رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۴

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی اے۔ ایل ایل بی) و مولوی صدرالدین (بی۔ اے۔ بی ٹی)

جلد ۱، بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۵ء نمبر ۵

فہرست مضامین ماخوذ اسلامک ریویو بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء

(۱) شذرات ۲۱۹ (۲) تبدیلی مذہب ۲۲۰ (۳) سیرالیون کا سفر ۲۲۱
(۳) لا غالب الا اللہ ۲۲۲ (۴) اسلام کی تصدیق و تائید ۲۲۳
(۵) دنیا میں امن پیدا کرنے کی راہ ۲۲۶ (۶) آنحضرت صلعم کا
طریق عمل ۲۳۵ (۷) عقبیٰ کی سبعیت ثلاثی ۲۴۰ (۸) عیسویت
کی ناکامی ۲۴۲ (۹) پادری صاحبان کیلئے حل طلب ۲۴۹
(۱۰) بلقیس و سلیمان ۲۵۱ (۱۱) نظم ۲۵۵ (۱۲) زکوٰۃ
و صدقات کا بہترین مصرف خواجہ صاحب ۲۶۰
(۱۳) رپورٹ ۲۶۳

انجمن اشاعت اسلام لاہور [illegible] شائع ہوا [illegible] ۱۹۱۵ء

قیمت سالانہ تین روپے

اشتہارات تصنیف حضرت خواجہ صاحب

مسلم پریئر ۔ مصنفہ خواجہ صاحب انگریزی ... ۴ر

ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام ۔ مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی ۱۲ر

صحیفہ آصفیہ ۔ تبلیغ بنام حضور نظام حیدر آباد دکن" مصنفہ خواجہ صاحب ۲ر

بنگال کی دلجوئی ۔ انگریزی اردو ہر دو ایک ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

مسلم انی چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ ۔ انگریزی ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر مفت

کرشن اوتار ۔ محصولڈاک آنے پر مفت ۔ پیغام صلح ۔ محصولڈاک آنے پر مفت

مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ ۔ انگریزی ہر دو اردو ار کے ٹکٹ آنے پر مفت

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا ۔ انگریزی سنہ ۱۹۱۳ء صہ سنہ ۱۹۱۴ء عہ

ملنے کا پتہ :۔ مینجر اشاعت اسلام عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار پیغام صلح لاہور

یہ وہ اخبار ہے ۔ جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سناتا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لے کر ہفتہ میں تین بار شایع ہوتا ہے ۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش ادائے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قایم رکھنے کا بحسن وخوبی انجام دیتا ہے اور اپنی دل ربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا بے نظیر اخبار ہے ۔ قیمت سالانہ چھ روپے ۔ ششماہی سے ۔ سہ ماہی عہ ۔ ماہوار ۹ر

المشتہر :۔ مینجر اخبار پیغام صلح ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ مسلم انڈیا اینڈ اسلامک بابت ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

شذرات

اسلام اور انگریزی اخبارات

اشاعت اسلام کے کام نے جو ووکنگ اور لنڈن میں شروع ہے۔ ایک گہری اور حقیقی دلچسپی لوگوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔ اور انگریزی اخبارات عموماً اس کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتے ہیں۔ اور روزانہ اخبارات کے نامہ نگار گذشتہ ایام میں لنڈسے ہال لنڈن میں اور ووکنگ کی مسجد میں آتے رہے ہیں۔ پچھلے جمعہ میں دو رپورٹر موجود تھے۔ جنہوں نے اہل اسلام کی نماز کی ادائیگی کی حالت میں اُن کی تصویریں اُتاریں۔ اور بالخصوص جماعت کی اس حالت میں جب ساری جماعت امام کے ساتھ حالت رکوع میں یا حالت سجدہ میں تھی۔ جس کا اُن کی طبائع پر خاص اثر معلوم ہوتا تھا۔ رکوع اور سجدہ کی حالت روح پر ایک خاص کیفیت طاری کرتی ہے۔ اور عجز و انکساری کی کیفیت قلب میں پیدا کرنے کے لئے خاص مناسبت رکھتی ہے۔ انسان کی روح اور اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کے سامنے غایت درجہ کی عاجزی اور انکساری کی کیفیت پیدا کرنا ہے عبادت الٰہی کا اصل مفہوم ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کی ربوبیت اور احسانات کی جس نے اس عالم

کے ہر ایک ذرہ کو مسخر کر کے انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ شکر گذاری اس کے حضور عاجزی کے اظہار سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسلامی عبادت عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے +

تبدیلیٔ مذہب

اللہ تعالیٰ کے احسان سے اسلام کے اندر داخل ہونے کا سلسلہ برابر جاری ہے لیکن گو بظاہر یہ ایک تبدیلیٔ مذہب ہے۔ لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے۔ تو اس کا نام تبدیلی نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ اکثر حالات میں رسالہ کو پڑھ کر جن طبایع پر اثر ہوا ہے۔ انہوں نے مرد ہوں یا عورتیں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ ان کے خیالات پہلے ہی اس رنگ میں رنگین تھے۔ اور حقیقت میں وہ مسلم تھے۔ گو انہیں اس بات کا احساس نہ تھا۔ کہ ان کے خیالات اور عقایدِ دین اسلام کے مطابق ہیں۔ اور یا یہ کہ کوئی ایسا مذہب بھی موجود ہے جس نے انہیں عقاید اور انہی خیالات کو پیش کیا ہے۔ جو درحقیقت ایک صحیح اور سلیم فطرت خود ہی قبول کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ عیسائیت ہمیشہ اس کے لئے ایک ناقابل عمل تعلیم تھی۔ اور رہی ہے۔ کیونکہ اس کے عقاید فطرت انسانی کو متنفر کرنیوالے ہیں۔ اور اس لئے وہ پھل نہیں لاتے۔ یہ عقاید نہ آجتک انسان کی سمجھ میں آتے ہیں۔ نہ ہی ان پر کوئی عمل کر سکا ہے۔ اور اس لئے سلیم فطرتوں پر وہ ایک بوجھ بنے رہے ہیں۔ جس نے آہستہ آہستہ ایسی طبایع کو اندر ہی اندر پلٹا کر اور ان کے اندر ایک مدافعانہ رنگ پیدا کر کے خود اپنی تباہی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ پولوس کے جھنڈے کے گرد اگر ایک طرف غیر معقولیت اور ناقابل عمل خیالات کی افواج جمع ہوتی رہیں۔ تو دوسری طرف ان خیالات کا بھی ان کے ساتھ اتحاد بڑھتا گیا جو نہ صرف فطرت انسانی کی ہتک کرنے والے تھے۔ بلکہ خود ذات باری کی عظمت و جلال پر ایک داغ لگاتے

والے تھے۔ مگر آج یہ تمام افواج معقولیت کی مشعل کے سامنے جسے خود فطرت کے جوہر نے روشن کر دیا۔ پاش پاش ہو گئی ہیں۔ ان عقاید کے ماتحت وہ بہت کچھ کھو چکے تھے۔ اور جب بیدار ہو کر انہوں نے کھوئی ہوئی جگہ کو واپس لینا چاہا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت وہ چیز جسکی وہ تلاش میں ہیں۔ اسلام ہے۔ جو انسان کی عقل اور فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ان انگریزی نژاد مردوں اور خواتین نے جو اب اسلام کے جھنڈے تلے آ رہے ہیں۔ اپنے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ خیالات کی اس رو کو جو خود فطرت انسانی کے انعکاس سے ان کے اندر پیدا ہو چکی ہے۔ انہوں نے اسلام کے مطابق پایا ہے۔ اور اس لئے درحقیقت وہ اس مذہب کا اعلان کرتے ہیں۔ جو خود فطرت نے ان کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک سلسلہ اخوت میں شامل کر رہے ہیں۔ جو ایک طرف صرف ایک ہی خالق اور مالک کو تسلیم کرتا ہے۔ جو عبادت کے لایق ہے۔ اور دوسری طرف تمام انسانوں میں مساوات اور یگانگت کا اعلان کرتا ہے۔ ہاں وہ درحقیقت خود حضرت مسیح علیہ السلام کی بریت کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ اس خدا کے راستباز بندہ نے کبھی حقیقت کے رنگ میں اپنے آپکو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس سلسلہ انبیاءؑ کا ایک فرد سمجھتا تھا۔ جو اس سے پہلے بھی گذر چکے تھے۔ اور جن میں سے اس کے بعد بھی ایک آنے والا تھا جسکی بشارت وہ خود لایا تھا۔ ہاں ہمارا دل بھی اس رنج کو محسوس کرتا ہے۔ کہ کیوں اُسکی طرف ایک ایسا امر منسوب کیا گیا ہے۔ جو نہ صرف فی الواقع صحیح ہی نہیں بلکہ اس کے لئے بھی تحقیر اور ہتک کا موجب ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اس کا نام اس الزام سے پاک ہو کر رہے گا ✦

برائی ٹن کا سفر

انڈیا آفس کی تحریک پر کرنیل سیٹن کمانڈنگ افسر نے مولوی صدرالدین صاحب

امام مسجد ووکنگ سے درخواست کی۔ کہ وہ برائی ٹن میں کچنر انڈین ہسپتال کو دیکھیں۔ اور وہاں ہندوستانی سپاہیوں کی ضروریات کے لئے ایک مسجد کے بنایا جانیکے سوال پر غور کریں۔ اگر یہ مجوزہ مسجد اسی صورت میں بن گئی۔ جیساکہ موجودہ حالات کے ماتحت خیال کیا جاتا ہے۔ تو انگلستان کو یہ عزت اور یہ فخر حاصل ہوگا۔ کہ اسکی سرزمین پر ایک دوسری مسجد موجود ہے کیونکہ اسوقت ووکنگ کی خوبصورت مسجد ہی سرزمین انگلستان میں ایک اکیلی مسجد ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ یہ دوسری مسجد جسکی تجویز ہے۔ اور مساجد کے لئے بطور ایک پیش خیمہ کے ہوگی۔ اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جائیگا۔

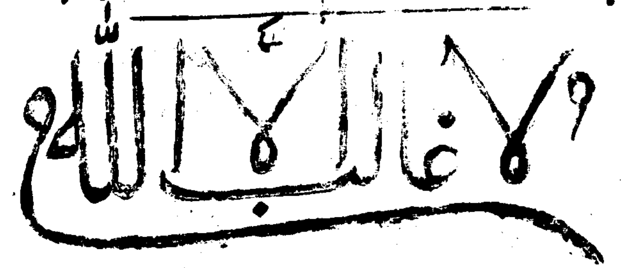

سنہ ۱۸۱۶ء سے برائی ٹن کے عظیم الشان محل کے دو ستونوں پر مندرجہ عنوان عربی کتبہ جو خدائے واحد کی توحید کی منادی کرنے والا ہے موجود ہے۔

برائی ٹن شاہی خاندان کی جائے تفریح ہے۔ وہاں کا سفر بہت مفید اور مبارک ہوا۔ یہاں بہت سی عالی شان عمارات ہیں۔ جن میں برائی ٹن کا محل کوئی معمولی نظارہ پیش نہیں کرتا۔ بلکہ سیاحوں اور سیر کرنے والے لوگوں کے لئے یہ عظیم الشان شاہی محل ایک خاص دلچسپی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے اس میں ایک دوسرے رنگ کی دل کشی کا سامان ہے۔ اسلامی طرز عمارت جس طرز پر یہ شاندار محل بنا ہوا ہے۔ اسلامی تہذیب کا وہ اعلیٰ مقام اسکی آنکھوں کے سامنے لے آتی ہے۔ جہاں مسلمان کبھی پہنچے تھے۔ اور جس نے اپنا اثر بہت سی چیزوں پر ہمیشہ کے لئے باقی چھوڑا ہے۔ فن عمارت ان فنوں میں سے ایک فن ہے۔ جو کسی قوم کی سیاست مدنی کے سامانوں پر گواہی دیتا اور لوگوں کی ذہنی ترقی کی ایک جھلک دکھاتا ہے۔ یہ قابل قدر محل جو اس امر پر ایک کھلا کھلا شاہد ہے۔ کہ مسلمانوں کا مقام تہذیب اسلامی

کی ترقی میں ایک نمایاں مقام رہا ہے ۔ ۱۸۱۷ء میں پرنس ریجنٹ کے لئے تیار ہوا تھا خود شہزادہ کے خیالات اور فن تعمیر کے ماہرین کے ہنر کا یہ ایک بے نظیر شاہد ہے اسے الف لیلا کے خیالی محلات کا ایک نقشہ کہا جا سکتا ہے ۔ اور اب بیمار ہندوستانیوں کے لئے یہ ایک نہایت ہی بڑا مقام ہے ۔ اس کے گذشتہ تعلقات اور اسکی ساری طرز خود ایشیائی طبایع پر ایک مقوی دوائی کا اثر پیدا کرنے والے ہیں ۔ ہندوستانی اس گنبد کے نیچے آرام کرتے ہیں جس پر اس محل کا نام رکھا گیا ہے ۔ اس گنبد کے نیچے سات ہزار مربع فیٹ کا فرش ہے ۔ اور تین ہزار آدمیوں کے آرام کے لئے اس میں جگہ ہے ۔ اس سے ان ماہرین تعمیر کے کمال کا اقرار کرنا پڑتا ہے ۔ جنہوں نے ایسا عظیم الشان گنبد بنا کھڑا کیا ۔ جو بہت سی عقلوں کو چکرا دینے والا ہے ۔ خوبصورت باغ اپنے خوشنما پھولوں اور عالیشان درختوں کے ساتھ اس عظیم الشان محل کے پیچھے اس کی عظمت کو اور بھی بڑھانے والے ہیں ۔ اندر سے یہ محل خوب آراستہ ہے ۔ اور گنبد بیشمار بڑے بڑے بلند ستونوں کے اوپر کھڑا ہے ۔ جن میں سے ہر ایک پر ایک سنہری ہلال اور ستارہ بنا ہوا ہے ۔ اور دو ستون جو قبلہ رخ ہیں ۔ ان پر عربی کتبہ نمایاں الفاظ میں سرخ زمین پر لگا ہوا ہے ۔ لا غالب الا اللہ ۔ یہ پاک لفظ اس مکان کے سارے حالات میں ایک خاص کیفیت پیدا کر رہے ہیں ۔ اور بالخصوص ان مسلمانوں کے لئے جنکی یہ آرام گاہ ہے ۔ یہ بے حد خوشی کا موجب ہیں +

اسلام کی تصدیق و تائید

کچھ عرصہ سے اسلام کے متعلق انگلستان میں نہایت دلچسپی پیدا ہو چلی ہے ۔ اور انگریز فضلا و علماء کی توجہ اس کی طرف مبذول ہونے لگی ہے ۔ جنہوں نے آج کل اپنے لکچروں کا موضوع ہی اسلام بنا رکھا ہے ۔ اور کوشش کر رہے ہیں ۔ کہ اسلام کے

متعلق ہر قسم کی غلط فہمی دور ہو۔ یہاں تک کہ پادری کے فرقہ میں سے بعض پادریوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی اخلاقی جرأت سے کام لے کر اسلام کی تائید و تصدیق میں اپنے گرجوں میں خطبے پڑھے ہیں۔ چنانچہ پادری ایل والٹر میسن ڈی ڈی نے تو اپنی ہمدردی کو اس کمال تک پہنچایا کہ اسلام کی تائید میں جو خطبہ انہوں نے گرجے میں پڑھا تھا اُسے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر کے لوگوں میں کثرت سے پھیلایا۔ اس خطبے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر میسن ایک نہایت وسیع القلب اور اعلیٰ قابلیتوں کے انسان ہیں۔ انہوں نے اس خطبہ میں خود اپنے ذہن سے کام لے کر نہایت قابلیت کے ساتھ بحث کی ہے۔ جو در اصل اُن کی اس نیک نیتی پر مبنی ہے۔ جو وہ اسلام کے متعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے نہایت مدلل طریق سے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ دنیا میں امن اور آشتی قایم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ تمام قومی اور مذہبی تعصبات کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور اس بات پر اور بھی زور دیا ہے۔ کہ کم سے کم انگریزوں کے لئے تو یہ نہایت ہی ضروری ہے۔ کہ اسلام کے متعلق ان کی واقفیت اور ہمدردی زیادہ ہو۔ پھر لکھتے ہیں۔ کہ وہ اسی مذہب کے لوگوں سے عیسائیوں کو زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ اور عیسویت کے علاوہ جس قدر مذاہب ہیں۔ ان میں اسلام سب سے زیادہ مد مقابل ہے۔ اور قدیم زمانہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں جو جنگیں رہی ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی آپس میں تعصبات چلے آتے ہیں۔" آگے چل کر ڈاکٹر میسن فرماتے ہیں "لیکن اسلام اور عیسائیت میں آپس میں ہمدردی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ در اصل یہ دونوں مذاہب ایک ہی عظیم الشان خاندان کی دو شاخیں ہیں۔" پھر یوں فرماتے ہیں "ہم کو ایک دوسرے سے مل کر رہنا نہایت آسان ہے۔ کیونکہ ہم نے اپنے اخلاقی اور روحانی اصول ایک ہی قدیم شارع اور نبی سے حاصل کئے ہیں"۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے توریت اور انجیل کو خدا کا کلام تسلیم کیا۔ اور اپنی امت کو اُن کی عزت کرنے کا حکم دیا" "لیکن آنحضرت نے اُن خرابیوں اور غلطیوں کی تردید کی۔ جو عیسوی عقاید اور اعمال میں داخل ہو گئی تھیں۔ چنانچہ تصویروں کی عظمت

کو آپ نے بت پرستی قرار دیا۔ اور جیسے کہ آپ کی عادت تھی۔ آپ نے نہایت نڈری اور زور و شور سے خدا کی توحید کا وعظ کیا" جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عرب کی تمام بت پرست قومیں جو رات دن ایک دوسرے کے دست و گریبان رہا کرتی تھیں۔ سب آپس میں متحد ہو کر ایک عظیم الشان موحد قوم بن گئی" +

ہم پادری ڈاکٹر میسن صاحب کے خیالات کی قدر کرتے ہیں۔ اور اُن کی وسیع القلبی کی داد دیتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے بیان کیا۔ وہ ان اسلامی عقاید کے عین مطابق ہے جو کہ قرآن کریم اور محمد صلعم کی احادیث میں جو سب سے بڑے اسلام کے مفسر ہیں موجود ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دوسرے علماً اور پیشوایان قوم پادری صاحب موصوف کی شریفانہ مثال کی پیروی کریں گے۔ اور اخلاص اور صداقت سے کوشش کریں گے۔ کہ ان اصولوں کی اشاعت ہو۔ جو حق پر مبنی ہوں۔ اور اس طرح دنیا میں خیر خواہی اور امن کا دور شروع ہو جائے گا +

یہ بھی قابل تذکرہ امر ہے۔ کہ اسی قسم کی شریفانہ کوششیں جزائر برطانیہ کے مختلف حصوں میں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ لیورپول سے ہمارا ایک بھائی لکھتا ہے "کہ پروفیسر جی کری مارٹن ایم اے۔ بی ڈی نے جو انگلستان کے تعلیمی مرکزوں میں لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ حال ہی میں برکن ہیڈ میں اسلام پر ایک لیکچر دیا ہے۔ انہوں نے ہمارے مذہب کی نہایت دیانت داری اور صحت کے ساتھ لفظوں میں تصویر کھینچی جس نے نہایت عمدہ اثر سامعین پر کیا۔ لیکچرار نے محمد صلعم کی زندگی کے دلچسپ واقعات صحیح صحیح بیان کئے۔ اور آپ کی عظیم الشان وحی اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ زندگی کا تذکرہ کرکے آپ کی پچھلے دنوں کی تبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں کے بیان پر لیکچر کو ختم کیا" +

دنیا میں امن پیدا کرنے کی راہ

خطبہ (از پادری ایل والٹر بین ڈی۔ڈی)

کچھ شک نہیں کہ عیسائیت دنیا میں امن قایم کرنے کے متعلق ناکام ثابت ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی مذہب کو منظر رکھ کے بڑے زور سے اس امر کو پیش کروں گا۔ کہ تجارت۔دولت اور محنت یہ بھی امن کی جھوٹی ضمانتیں ہیں۔جب تک ہر شخص کو اپنے اپنے ذاتی فواید نظر رہینگے۔ اُن سے کلی اور عالمگیر مفید نتیجہ پیدا ہونا معلوم۔ لڑائیوں کے اسباب میں سب سے زیادہ جس چیز نے حصہ لیا ہے۔ وہ تجارت ہے پچھلے دنوں کا ہی واقعہ ہے۔ کہ صوبجات متحدہ امریکہ کی سینٹ میں حب الوطنی کے بہانہ سے یہ منافقانہ اور بظاہر چکدار گریہ بالن سیاہ کوشش ہوئی تھی۔ کہ میکسیکو کے خلاف ہمارے ملک کو اُکسا کر لڑائی میں شامل کروا دیا جاتا۔ اگر یہ جنگ ہو جاتی۔تو کچھ شک نہیں تو اس ملک کے تاجروں کو ذاتی منافع کثرت سے حاصل ہوتے۔مگر ایسی صورت میں اگر ہو سکے۔تو خیال کی نگاہ کو ہماری محبوب عظیم الشان قوم کی طرف دوڑاؤ جس کے لئے ہم خواہاں ہیں۔کہ تمام دنیا عزت کرے۔ وہ میکسیکو سے وہی کچھ کرتی۔جو بلجیم سے آج کل کیا جا رہا ہے۔ اب محنت کو لو۔ اُس کے متعلق جتنی بھی سوسائٹیاں ہیں۔ان سب کی بنیاد صرف اس اصول پر ہے۔ کہ ان کی اپنی برادری کو نفع پہنچے اور بس۔پھر ان کی برادری تمام بنی نوع انسان نہیں۔یہاں تک کہ تمام وہ آدمی بھی نہیں۔جو اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے ہیں۔ کیونکہ کسان ان میں شامل نہیں۔پس وہ صرف ان لوگوں کی برادری ہے۔جو مزدور ہیں۔اب برادری پرستی کا جوش اگر بڑھ جائے۔تو پھر اس سے نفرت اور جنگ پیدا ہوگی نہ کہ امن +

لہذا امن جب بھی دنیا میں قایم ہوگا۔تو وہ انسان کی مذہبی فطرت کے ماتحت قایم ہوگا۔نہ کہ اس کی شخصی یا قومی یا برادری کے نفعوں کے ماتحت۔اب تک مذہب جو

امن قایم نہ کر سکا - اسکی وجہ یہی تھی - کہ انسان کے لئے مشترکہ مذہبی بنیاد کوئی نہ تھی جس پر تمام لوگ متفقہ طور پر جمع کر کھڑے ہو سکتے - جب ہر ایک قوم کا نیا مذہب اور نیا خدا تھا - تو اُن کا آپس میں لڑنا کچھ بھی محل تعجب نہ تھا - موجودہ جنگ یورپ میں مذہبی رنگ جب ہوتا - جب مریخ اسٹورتھ اور جرمن مولیخ اور روسی اوسیرس اور برٹش بعل کی پرستش کرتے ہوتے - ہر ایک قوم اپنی اپنی جگہ اپنے خدا کو نہایت اخلاص سے پکارتی اور یقین رکھتی کہ انکا خدا انکی مدد کریگا - اور اُن کی طرف سے لڑیگا لیکن جب سب کا ایک ہی خدا ہے تو پھر اس سے دعا کرنا مخول یا کفر معلوم ہوتا ہے - موجودہ ترقی و تہذیب نے جبکہ تمام دُنیا کو توحید کی طرف مایل کر دیا ہے - اس لئے مذہب کسی ایک قوم یا فرقہ کا حق واحد نہیں ہو سکتا - بلکہ کل بنی نوع انسان کا حق ہے - اور اس کا مدعا تمام بنی نوع انسان کی خیر خواہی ہونا چاہئے - اس دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی - مذہب کا اصل الاصول بہتر سے بہتر جو ہو سکتا ہے - وہ یہی ہے - کہ خدا کے عظیم الشان کنبہ میں تمام بنی نوع انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں - مذہب کا اصل مطلب یہ نہیں - کہ وہ کسی خاص قسم کی سلطنت قایم کرے - جو شخصی ہو یا جمہوری - یا کسی خاص قسم کی تہذیب کو رواج دے - یا کسی خاص قوم یا قوموں کو خواہ وہ بڑی ہوں یا چھوٹی - بڑا بنانے کی کوشش کرے - نہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے - کہ ایک خدا کی جو سب جہان کا باپ ہے محبت اور سلطنت کو دُنیا میں قایم کرے ❊

مذہب ادنیٰ اور نامکمل حالت میں امن قایم نہیں کر سکتا - اول تو جو مذہب انسان کے خیالات کو رہبانیت کی طرح اس دنیا سے قطعاً پھیر دے - اور اس دنیا کو محض ایک دار الابتلا اور تمہیدی عالم بتا کر ساری توجہ عالم آخرت کی طرف منعطف کر دے - اُس مذہب کا اثر اس دنیا کے معاملات پر کچھ بھی نہیں پڑ سکتا چنانچہ اسی سلئے عیسائیت جو دعویٰ کرتی ہے کہ اُس کا بانی شہزادۂ امن تھا کبھی کسی زمانہ تاریخ عالم میں ان ملکوں میں بھی جن میں سب کے سب عیسائی ہی آباد تھے - امن کی حالت قایم نہ کر سکی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے - اور بالخصوص آج کل جبکہ جنگ موجودہ پر گفتگو کرتے

ہوئے لوگ سوال کر بیٹھتے ہیں۔ کہ عیسائیت امن قایم کرنے میں کیوں ناکام رہی۔ سو یاد رکھو کہ جنگ کا گناہ دوسرے گناہوں کی طرح انسانوں کے دل و دماغ یعنی نیّت میں موجود ہوتا ہے۔ اور اس گناہ کی نیت مسیحی دنیا سے کبھی بھی معدوم نہیں ہوئی۔ کیونکہ صلح اور امن کے زمانہ میں بھی مسیحی اقوام جنگ کی ہی تیاریاں کرتی رہیں۔ مسیحی مذہب پر جو جو الزام آج لگائے جاتے ہیں۔ وہ آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے اس میں موجود ہیں۔ دوم۔ جو مذہب بحیثیت مذہب کے انسانوں میں تفریق کرتا ہے۔ وہ جنگ کا باعث تو خواہ مخواہ بنے گا۔ تجارت کے بعد جس میں دوسروں کو لوٹنا منظور ہوتا ہے۔ دوسرے نمبر پر مذہب جنگ کا بڑا محرک رہا ہے۔ جن دنوں کلیسیا کو سلطنت میں دخل تھا۔ ان دنوں کلیسیا نے بھی دنیا پرست تاجداروں کی طرح جنگ کے خوب میدان گرم کئے۔ ہاں دنیا داروں سے بڑھ کر ان میں ایک اور خطرناک گناہ تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ ایسی جنگوں کا نام مذہبی مقدس جنگ رکھا جاتا تھا۔

تا حال مذہب میں توحید کے کامل طور پر معنی نہیں سمجھے گئے۔ مسیحت میں ابھی تک وہی ابتدائی خصوصیتیں جو ایک مختص بالقوم مذہب میں ہونی چاہئیں۔ اب تک موجود ہیں۔ اس کا مقصود وہی ایک خاص قوم کو خدا کی برگزیدہ قوم بنا کر باقی سب کو مردود ازلی اور ایک خاص الہام کو سچا قرار دے کر باقی سب قوموں کو اس سے محروم قرار دینا ہے۔ اس کا منشا یہ تو ہے۔ کہ ایک ضلالت میں گرفتار انسان کو ناپاک دُنیا سے بچائے لیکن یہ نجات اس طریق سے نہیں پیش کی جاتی۔ کہ دنیا کی اصلاح اور تزکیہ کیا جائے بلکہ اس طریق سے کہ کلیسیا کے دامن سے وابستہ ہو کر دوسرے عالم میں نجات کا سارٹیفکیٹ حاصل کرے۔ مسیح کی تو تعلیم یہ تھی۔ انسان خدا کا فرزند ہے۔ اور اس لئے یہ انوار آلہیہ کی تجلیات کا مظہر ہے۔ پس انسان کو ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ یہ دنیا آسمانی بادشاہت بن جاوے۔ مگر کتنا افسوس ہے۔ کہ کلیسیا نے بالکل اس کے برخلاف تعلیم دی یعنی یہ انسان فطرتاً گنہگار ہے۔ اور نجات صرف مرنے کے بعد میسر آسکتی ہے۔ چونکہ کلیسیا نے مسیح کے انکشاف اور منشاء کو چھوڑ کر انسانی فطرت

کو نہایت بھیانک شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور دنیا کے معاملات کو بوجہ انسان کے فطرتاً گنہگار اور بدکردار ہونے کے ناقابلِ اصلاح قرار دیا۔ اس لئے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عالم آخرت میں نجات کے بھروسہ پر اس دنیا میں صلح اور امن اور راست بازی پھیلانے سے عاری رہا +

اگرچہ یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ کلیسیا اور مسیحیت لڑائی کو اس سے زیادہ نہ روک سکے جتنا تجارت یا مالی حالت یا مزدوروں کی انجمنیں روک سکیں لیکن تو بھی ہمیں یہ یقین ہے۔ کہ آخر کار یہ گوہرِ مقصود مذہب کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکیگا لیکن ایسا مذہب وہ ہوگا۔ جو خصوصیت۔ قومیت کی آلودگی سے پاک اور عالمگیر اخوت انسانی اور زیادہ وسعت نظر اور وسعت حوصلہ اپنے اندر رکھتا ہوگا +

مذہب اگر اپنے اندر تنگی رکھتا ہوگا۔ تو اس سے بجائے صلح و امن کے جنگ پیدا ہوگی۔ اسی شہر پٹسن برگ میں گذشتہ ہفتہ میں افریقہ سے ایک پادری صاحب تشریف لائے۔ اور انہوں نے مختلف مجمعوں میں تقریریں کیں۔ اور بتلایا کہ افریقہ میں تبلیغ عیسویت کا نہایت عمدہ موقع ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ "یہ بڑا ضروری ہے۔ کہ افریقہ میں عیسویت کا اسلام کے طوفان کو جو اُمڈتا چلا آتا ہے۔ روکنا نہایت ضروری ہے" پادری صاحب تائیداً یہ کہیں گے۔ کہ ایسی فتح بغیر کسی جنگ کے امن و امان کے ساتھ حاصل کی جا سکے گی۔ لیکن ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے خلاف جنکی نسبت لوگوں کو پورا علم نہیں۔ اور جنکی نسبت ہمیشہ غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں کی گئیں۔ یہی مذہبی جنگ جو امن و صلح کی شکل میں دکھائی جا رہی ہے بڑی آسانی سے خونخوار شکل اختیار کر سکے گی +

بیرونیس وان سٹنر کی جنگ بلقان کے دنوں میں اسی ملک میں ایک صلح کی مجلس میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی رائے کا یوں اظہار کیا۔ کہ "یہ سچ ہے۔ کہ لڑائی بہت بُری چیز ہے لیکن موجودہ جنگ بلقان اس سے مستثنےٰ ہے کیونکہ اس کا منشا مسلمانوں کو یورپ سے نکال باہر کرنا ہے"۔ پس ایک

اپنے پیروؤں کو اُن کی عزت کرنے کا حکم دیا۔ لیکن عیسائی عقاید اور اعمال میں جو جو غلطیاں پڑ گئی تھیں۔ ان سب کی نہایت سختی سے تردید کی۔ تصویروں کی عزت کرنا آپ کے نزدیک بت پرستی تھی۔ اور آپ نے نہایت تحدی اور شدومد کے ساتھ خدا کی توحید کی منادی کی۔ یہاں تک کہ عرب کی سخت بت پرست اور جنگجو قومیں جو آپس میں لڑا کرتی تھیں پہلی ہی نسل میں ایک قوم عظیم الشانہ موحد قوم بن گئی۔ آپ نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ آپ کی امت کو عیسیٰ کی امت کی طرح یہ مہلک غلطی ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ اپنے نبی کو خدائی رتبہ دے دو۔ اور یہ کہ آپ صرف اُن کے نبی اور پیشوا تھے۔ اور یہ صرف خدا ہی ہے جو عبادت کے لایق ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ موسوم نہیں کیا۔ اس لئے آپ کے متبعین اپنے آپکو کبھی اپنے مذہب کو محمدی نہیں کہتے۔ اور نہ اپنے مذہب کو محمدی مذہب کہتے ہیں۔ اُن کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ہمیشہ اسلام کہلاتا ہے جس کے اصلی معنی ہیں "سلامتی اور صلح و امن"۔ اور جو اسلام کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ مسلم کہلاتا ہے۔ جس کے معنے ہوئے "جو خدا سے صلح کرتا ہے۔ اور خدا کی تمام مخلوق سے صلح و سلامتی کے ساتھ پیش آتا ہے"۔ مسلمان آپس میں ملنے کے وقت بھی السلام علیکم کہتے ہیں۔ جس کے معنے ہیں "تم پر سلامتی ہو"۔

ابراہیم کی یادگار میں جو توحید کا پہلا معلم تھا۔ اور یہودی۔ عیسائی اور مسلم سب کا یکساں باپ ہے۔ محمد صلعم نے اسلامی سال سب میں سے بڑی عید عید الضحیٰ قرار دی۔ اور اس دن مسجد میں یہود اور عیسائی بھی مدعو ہوتے ہیں۔ کہ آکر نماز میں شامل ہوں۔ ان ہی واقعات کی بنا پر بعض مورخین کہتے ہیں۔ کہ اسلام دراصل مشرق کی اصلاح شدہ عیسویت ہے۔

مذہب اسلام نے تمام اسلامی دنیا میں بوجہ اپنے اخلاقی قوانین کے جو فرایض مذہبی میں سے گنے جاتے ہیں۔ اور روحانی تاثرات کے شراب اور مسکرات اور تمام خبائث سے اپنے پیروؤں کو بچا لیا ہے۔ لیکن اس کے بالکل برعکس عیسائی مذہب کا مذہبی اثر انسان کی عادات و اخلاق پر اس قدر کم ہے۔ کہ ان باتوں کے لئے اسے سلطنت

تعلیم یافتہ شخص کے منہ سے اس قسم کی باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ **مذہبی تعصب کیسی خطرناک شکل اختیار کرسکتا ہے** ؞

گیارہویں صدی میں ایک رومی راہب نے مشرق سے آکر تمام یورپ میں آگ لگا دی تھی۔ اور کافر محمدیوں کے ہاتھوں سے مسیح کی مقدس قبر کو چھڑانے کیلئے سارے یورپ کو برانگیختہ اور مسلح کر دیا تھا۔ اب مسیح کی قبر تو نہیں لیکن ہیرے کی کانیں۔ بحری مقبوضات جنگلات۔ زرخیز و شاداب وادیاں مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں جنکو بوجہ ان کے کافر ہونے کے مسیحیوں کا فرض ہے۔ کہ اپنے مذہب میں لاویں پس جب اس قدر دنیوی مفاد دینی تبلیغ کے ساتھ وابستہ ہوں۔ تو قومی اور تجارتی خودغرضیاں تعصب مذہبی کے ساتھ شامل ہو کر جیسا کچھ بھی خطرناک رنگ اور ہولناک نتیجہ پیدا کریں تھوڑا ہے۔ اور پھر جبکہ یہ بھی خطرہ ہو۔ کہ اسلام وہاں ترقی کر رہا ہے۔ تو جو بھی وہاں ہو جائے تھوڑا ہے۔ کیونکہ جس وقت مسیحی دنیا کو یہ پتہ لگا۔ کہ اسلام جو بالمقابل ایک عالمگیر مذہب اور حریف ہے۔ مسیحی مذہب سے زیادہ جلد اور سرعت کے ساتھ افریقہ میں پھیل رہا ہے۔ تو ایک دفعہ ہی شور بلند ہوگا ؞

مسیحی مذہب اگر یورپ کی روح رواں ہے۔ اور اس لئے یوروپین ماخذ کا سمجھا جانے لگا ہے۔ تو افریقہ و ایشائے کوچک۔ ہندوستان چین اور جاپان میں اسلام کا وہاں کے لوگوں میں ہم وطن اور مانوس مذہب ہونے کی وجہ سے پھیلنا لازمی امر ہے۔ باوجود اس کے کہ کلیسائے مسیحیت نے پانی کی طرح روپیہ بہا دیا۔ مگر ان ملکوں میں مسیحیت نے جڑ نہیں پکڑی۔ مسیحی مذہب فلسطین میں یہودی مذہب سے پیدا ہوا تھا پولوس جو ایک یونانی زبان جاننے والا یہودی تھا۔ اُس نے اپنی تفسیر کے مطابق مسیحی مذہب کو یورپ میں پیش کیا۔ اور یورپ نے اس مذہب کو اس قدر ترمیم کر لیا۔ کہ یوروپین خیالات اور تفہیمات کے مطابق ہوگیا ؞

ساتویں صدی میں محمد (صلعم) نے عرب میں پیدا ہو کر عیسائی مذہب کی عرب میں اپنے رنگ میں تفسیر کی۔ آپ نے توریت اور انجیل کو منجانب اللہ تسلیم کیا۔ اور

کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ درمیان میں پڑکر لوگوں کو ان گیہوں سے باز رکھے۔
دنیا میں جتنی قوتیں صلح اور امن کے لیئے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ ان سب میں مذہبی ہمدردی سے بڑھکر کوئی قوت نہیں ہوسکتی جس کا اثر بڑا وسیع اور بہت دور تک پہنچتا ہے ٹھیک ویسے ہی جیسے مذہبی مخالفت سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ انسانی زندگی کے خاص جذبات سے وابستہ ہوتی ہے۔ اس لیئے اب وقت آگیا ہے کہ جب تمام وہ مرد اور عورتیں جنہیں قوم کی اخلاقی رہنمائی کی عزت حاصل ہے۔ سب مل کر علی الاعلان پادریوں کی تردید شروع کر دیں۔ جن کی نیت بخیر ہے۔ مگر جو خود گم کردہ راہ ہیں۔ اس لئے کہ وہ باہر سے جب اس ملک کو واپس آتے ہیں۔ تو مذہبی تعصب کی آگ پر تیل ڈال کر اُس کو برافروختہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کی نسبت غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ اور خاص طور پر ہمارے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہمیں اسلام کے ساتھ خاص طور پر ہمدردی اور اس کا علم ہو۔ کیونکہ اس مذہب کے لوگوں کے ساتھ عیسائیوں کو سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ اور اسلام تمام دوسرے مذاہب کی نسبت زیادہ مدمقابل ہے۔ اور قدیم زمانہ میں جو جنگیں عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہوئی ہیں۔ اُن کی وجہ سے بھی آپس میں تعصبات چلے آتے ہیں۔ برعکس اس کے عیسویت اور اسلام ایک ہی عظیم الشان مذہبی گھرانے کی دو شاخیں ہیں۔ پس ان میں ہمدردی لازمی طور پر ہونی چاہیئے۔ ہم ایک دوسرے سے نہایت آسانی سے موافقت کر سکتے ہیں جب کہ ہمارے اخلاقی اور روحانی خیالات ایک ہی قدیم مقنن اور نبی سے لئے ہوئے ہیں جسکی ہمیں نہایت ضرورت ہے۔ وہ ہے آپس کا سمجھوتہ جس سے ایک دوسرے کی عزت اور ہمدردی ہم میں یقیناً پیدا ہوگی۔ اور جب عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہمدردی اور اتفاق پیدا ہوگیا۔ تو پھر برہمنوں اور بدھ مذہب والوں سے صلح کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا +

ذرا ایک عیسائی پادری کو کچھ ہوا۔ اور فوراً ایک جنگی جہاز جا دھمکا

چینیوں کی ایک بھیڑ میں جب دو جرمنی پادری خوش قسمتی سے مارے گئے۔ تو

جرمنی کو ایک معقول عذر کیوچیو پر قبضہ کرنے کا مل گیا۔ اگرچہ یہ دونو پادری ایک ایسے مذہبی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو جرمنی سے خارج شدہ تھا۔ مگر وہاں تو بہانہ چاہیئے تھا۔ انکی موت کا انتقام اگر کوئی ہوسکتا تھا۔ تو وہ یہی تھا۔ کہ چین کے اس حصہ ملک پر قبضہ کر لیا جائے ؛

پس اب وقت آگیا۔ کہ لوگ صلح و امن کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اس بات کی کوشش کریں۔ کہ پادریوں کو اس ملک کی قوانین کی پابندی کرنی پڑے گی۔ جہاں وہ تبلیغ کے لئے جائیں گے۔ اور وہاں کے مذہبی سلسلوں کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کا برتاؤ رکھ کر اپنا کام کرنا ہوگا۔ جہاں کہیں ان ممالک میں اسکول کھول کر ملک کو فایدہ پہنچانا چاہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ عیسائی اساتذہ کے ساتھ ساتھ مسلمان۔ بدھ۔ اور برہمن استاد بھی کام کریں۔ اس مذہبی رفاقت و ہمدردی کی دنیا کو ضرورت ہے۔ اور جس قدر بھی یہ حاصل ہوسکے بہتر ہے ؛

ہمارے زمانہ کو جس نجات اور مخلصی کی ضرورت اور انتظار ہے۔ وہ مذہب کو دوکانداری بنانے یا پرانے مذہبی رسومات میں قید رہنے سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ زندگی کے حالات دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اور دایرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہماری روحانی ترقی کی اگر ابتدا پر نظر ڈالو۔ تو شروع میں ہمیں شامی بت پرستی عبرانیت میں تبدیل ہوتی نظر آئے گی۔ پھر عبرانیت یہودیت میں مبدل ہوئی۔ مگر یہودیت کی ایسی جمودی حالت تھی۔ کہ اس کے اندر رہ کر ترقی ناممکن تھی۔ تب روحانی زندگی نے عیسویت کی شکل اختیار کی۔ سات سو سال کے بعد عیسائیت کے ایک پہلو سے اسلام نکلتا ہے۔ اور مشرق کے لئے روحانی ترقی کا دروازہ کھولتا ہے . . . . . .

انسان میں جو روحانی زندگی ہے۔ اور جو اس کو پرانی حالتوں سے ترقی دے کر نئی ترقی یافتہ حالتوں کی طرف لے جا رہی ہے۔ وہی نئے اور زیادہ وسیع روحانی طریقے بھی اس کے لئے پیدا کرتی چلی آتی ہے۔ موجودہ جنگ نے جو مسایل پیدا کر دئے ہیں اُن سے میری یہ باتیں بالکل علیحدہ معلوم ہونگی۔ اور نہ صرف علیحدہ بلکہ لغو بھی معلوم

ہوں گی۔ لیکن مجھے اور کوئی ایسی صاف سیدھی راہ نظر نہیں آتی۔ جو اس بدی کی جڑ کاٹ دے۔ یہ سچ ہے کہ جب صلح ہوگی۔ اور اگر امریکہ کی آواز اور اثر صلح کی شرائط پر پڑ سکا۔ تو ہم سب اس بات پر پورا زور صرف کرینگے۔ کہ ایسی شرائط طے ہوں۔ جو ہمیشہ کے لئے صلح قایم کردیں۔ مثلاً بین الاقوامی مجلس کی ہدایتوں کے ماتحت تمام سلطنتیں آلات حرب کو کم کردیں۔ اور اس بات پر عہد کریں۔ کہ آپس کے تمام جھگڑے ایک بین الاقوامی عدالت کے سامنے پیش ہُوا کریں۔ اور یہ کہ یورپ میں کوئی زمین یا قطعۂ ملک بغیر اس ملک کے لوگوں کی رضامندی کے ایک سلطنت کے قبضہ سے دوسری سلطنت کے قبضہ میں نہ جانے پائے۔ اور یہ کہ انتقام اور حرص کی قوتوں کو روکا جائے۔ جس عہد نامہ صلح کی یہ تفصیل ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ کہ نہایت سہل اور سادہ ہوگا۔ لیکن سب سے بڑی ضرورت جو ہے۔ تو وہ یہ ہے۔ کہ اس عہدنامہ پر عمل کرنے کی منشاء اور عمل کرانے کے لئے طاقت کہاں سے آئیگی۔ پس یہ طاقت اگر کوئی ہوسکتی ہے۔ تو وہ مذہب ہے جو نیا اور زیادہ وسیع ہو۔ ہاں ایک ایسا مذہب جو دنیا کی روز افزوں ترقی اور احساس کے مطابق وسیع ہو۔ اور لوگوں کو بجائے آپس کی مخالفت اور تفریق کے ایک دوسرے کی محبت اور ہمدردی میں مستغرق کرکے اس بات کے لئے محرک ہو۔ کہ وہ اس دنیا کو حسن واحسان اور راستبازی سے بھر دینے کے مبارک کام میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ یہ مقصد اعلیٰ محض بین الاقوامی مباحث سے جن میں سوائے اپنی اپنی قوم کی خیر منانے کے اور کچھ نہیں ہُوا کرتا۔ حاصل نہیں ہوسکتا ۔

یہ تب ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ کہ خود قوموں میں یہ جوش پیدا ہو۔ کہ تمام بنی نوع انسان کے فوائد کیلئے ذاتی نفع و نقصان کی پرواہ نہ کی جائے۔ اور یہ سوائے مذہبی جذبہ کے کبھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ صرف مذہبی جذبہ ہی ہے۔ جو تمام دنیا کی قوموں کو ایک خاندان کی حیثیت دے سکتا ہے اور بس ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل یہود ونصاریٰ کے ساتھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ یہود و نصاریٰ کے ساتھ جس قسم کا تھا۔ وہ آپ کی بے نفسی سچائی اور من جانب اللہ رسول ہونے کا بیّن ثبوت ہے ؛

جس زمانہ میں حضرت محمد صلعم پیدا ہوئے تھے۔ یہود و نصاریٰ دو نو ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے۔ مسیح آیا اور چلا بھی گیا۔ مگر یہود ابھی تک مسیح کی بعثت کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ نصاریٰ ایک سچے نبی کے منتظر تھے۔ جو آکے مسیح کے ادھورے کام کی تکمیل کرے۔ اور جسے وہ موعود اور تسلی دہندہ کے نام سے موسوم کرتے تھے ؛

جب آنحضرت صلعم نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو یہود و نصاریٰ دو نو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہود نے یہ بات پیش کی۔ کہ "ہم آپ کو موعود مسیح ماننے کو تیار ہیں۔ اگر آپ عیسیٰ ابن مریم کو جھوٹا نبی قرار دیں" نصاریٰ نے یہ پیش کیا۔ کہ "ہم آپ کو مسیح کا موعود جانشین یعنی تسلی دہندۂ اعظم ماننے کے لئے تیار ہیں اگر آپ مسیح کو خدا کا بیٹا تسلیم کریں" ؛

اب آؤ دیکھیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی اس گھڑی کیا حالت تھی۔ ایک طرف تو آپ نے نہایت تحدی اور بغیر کسی رو رعایت کے بت پرستی کی تردید شروع کر رکھی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ آپ کی اپنی قوم اور اکثر رشتہ دار (جو قریش کے طاقتور اور شریف فرزند اور کعبہ جیسے عظیم الشان معبد کے جو تین سو ساٹھ بتوں سے مزین تھا۔ متولی سمجھے جاتے تھے) آپکی جان کے لاگو اور دشمن بن رہے تھے۔ وہ آپ کو گالیاں دیتے اور ملامت کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ ان کے آباؤ اجداد کے مذہب کی نہایت شدت و سختی کے ساتھ تردید کرتے تھے۔ عرب کے لوگ تو سینکڑوں بتوں کو پوجتے تھے۔ مگر

آپ خدا کی توحید کا اعلان کرتے تھے۔ عرب تو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے مگر آپ یہ وعظ فرماتے تھے۔ کہ پرندے اور جانور تک تمہاری طرح مخلوق ہیں۔ اور ان کے ساتھ بُرا سلوک نہ کرو۔ عرب لوگ تو مختلف قبایل میں منقسم تھے۔ اور ان قبایل کے آگے شاخ درشاخ چلا کرتی تھی۔ مگر آپ تمام بنی نوع انسان کی اخوت کی منادی کرتے تھے۔ رفتہ کوتاہ کفار کے ساتھ کسی بات میں بھی آپکی موافقت نہ تھی۔ انہوں نے آپ کو مال و دولت زمین اور سلطنت کا بھی لالچ دیا۔ مگر آپ نے التفات بھی نہ کی پھر انہوں نے آپ کی جان لینے میں اپنے مقدور بھر پوری کوشش کی۔ اور کئی دفعہ تو کامیابی کے قریب پہنچ کر رہ گئے۔ لیکن اسکی بھی آپ نے مطلق پروا نہ کی۔ پھر انہوں نے آپ کو برادری سے خارج کر دیا۔ وطن سے جلاوطن کر دیا۔ تو بھی جو مشن آپ کو عطا ہوا تھا۔ اس پر آپ نہایت استقامت سے قایم رہے۔ اور ڈنکے کی چوٹ پر اور اپنی پوری توجہ اور اخلاص سے آپ لا الہ الا اللہ کی منادی کئے گئے۔ آپ نے بت پرستوں سے کسی امر میں کبھی اپنے اصولوں سے الگ ہوکر متفق ہونا پسند نہ کیا۔ اور نہ کبھی آپ متفق ہوئے۔ آپ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا۔ اور مجبوراً تلوار بھی کھینچنی پڑی۔ ہر ایک چیز قربان کر دی۔ مگر اپنے مشن کو نہ چھوڑا۔ اور اپنے اصولوں میں ذراسی کمی بیشی بھی بت پرستوں سے متفق ہونے کے لئے گوارا نہ کی ؂

لیکن دوسری طرف اپنی بعثت کے شروع دن سے ہی آپ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستانہ انداز رکھا۔ آپ نے صاف صاف فرمادیا۔ کہ میں کوئی نیا دین تبلیغ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ وہی پرانی ملت ابراہیمی زندہ کرنے آیا ہوں۔ آپ نے تمام انبیائے بنی اسرائیل کو نبی تسلیم کیا۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ قرآن بار بار فرماتا ہے۔ کہ ہر ایک امت میں رسول بھیجے گئے۔ اور یہاں تک اس پر زور دیتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے۔ کہ رسولوں کے ماننے میں کوئی تفریق روا نہ رکھیں۔ آنحضرت صلعم نے بجائے بائیبل کے نبیوں کی تردید کرنے کے ان پر سے ہر ایک الزام کو جو خود بائیبل نے ان کی طرف منسوب کئے تھے۔ ہٹایا اور ان کی تطہیر کی۔ اور باوجود ان تمام باتوں کے یہود و نصاریٰ

راضی نہ ہوئے ✣

آپ کا ایمان تھا۔ کہ مسیح نبی تھا۔ اور آپ نے نہایت دلیری سے فرمایا تھا۔ کہ مسیح اور موسیٰ اور خود آپ میں کوئی فرق نہ کرنا چاہئے۔ قرآن مسیح کی انجیل سے بڑھکر عزت کرتا ہے۔ اور سچی عزت کرتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے یہود کی درخواست کو کہ مسیح کو جھوٹا سمجھا جائے۔ قطعاً رد کر دیا۔ گو اس طرح یہ آسان ہوتا۔ کہ آپ آسانی سے اس عزت کے مقام کو حاصل کر لیتے۔ جو یہود آپ کو دینا چاہتے تھے۔ آپ نے نہ صرف موسیٰ کو نبی تسلیم کیا۔ بلکہ موسیٰ کے خدا کو اپنا خدا مانا۔ بلکہ یہاں تک کہ یہود کی بہت سی رسومات کو آپ نے کچھ مناسب اصلاح و ترمیم کے ساتھ اختیار کیا۔ پس اگر آپ کا مقصد اپنی بڑائی اور شہرت ہوتی۔ اور آپ ابن الوقت ہوتے۔ تو آپ اپنے اصولوں سے بغیر کچھ زیادہ ہٹنے کے یہود کا عقیدہ مسیح کی نسبت قبول کر کے یہودیوں کی حمایت اور مدد حاصل کر سکتے تھے۔ اور ان میں بڑی دھوم دھام سے خود مسیح بن سکتے تھے ✣

یہود کی مدد سے نہ صرف آپ کمزور عیسائیوں کو معدوم کر دیتے۔ بلکہ طاقتور بت پرست عربوں کا بھی زور توڑ دیتے۔ اور آپ یقیناً ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں سے بچ جاتے۔ جو آپ نے بمعہ اپنے معدودے چند رفقاء کے ابتدائے زمانہ بعثت میں برداشت کیں۔ ایک ہی ضرب میں وہ یتیم جو طرح طرح سے ستایا جا رہا تھا۔ خود موسیٰ کی طرح ایک نہایت طاقتور بادشاہ بن گیا ہوتا۔ حجاز میں عیسائی عنصر نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور یہود کا زور تھا۔ ایسے موقعہ پر یہودیوں کی مدد نہایت مفید تھی۔ اگر آنحضرت صلعم یہود کے ساتھ مل کر مسیح کی تردید کرتے۔ تو وہاں کوئی نہ تھا۔ جو اس امر پر آپ کو ملزم ٹھیراتا۔ اور عیسائیوں کے نزدیک تو آنحضرت صلعم پر مسیح کی کلی طور پر تردید کرنے میں یا ان کو صرف خدائی کے تخت سے اتارنے میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ لیکن محمد صلعم خدا کا سچا نبی تھا۔ آپ کی نبوت کے اقوال اور افعال پر آپ کے ذاتی نفع و نقصان کا سوال کوئی اثر نہ ڈال سکتا تھا ✣

خدائے علیم و قدیر نے آنحضرت صلعم کو یہ وحی کے ذریعہ خبر دی تھی۔ کہ مسیح جھوٹا نہ تھا۔ جیسا کہ یہود خیال کرتے تھے۔ اور اس لئے آپ مسیح کی نبوت کا کسی صورت میں بھی انکار نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ کیا۔ اور اس امر کے لئے بھی آپ نے اپنی تمام چیزوں یہاں تک کہ جان کو بھی معرض خطر میں ڈال دیا۔ کیونکہ مسیح کی تائید کرنے کی وجہ سے یہود آپ کے سخت دشمن ہو گئے۔ اور ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر بھی دے دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو یہود کی یہ تمام دشمنی اس واسطے برداشت کرنی پڑی۔ کہ آپ نے مسیح کی تردید کرنے کے بجائے مسیح اور اسکی ماں کی حمایت کرنی شروع کر دی۔ اور ان پر جو بے جا الزامات اور بہتان لگائے جاتے تھے ان کی تردید کرنی شروع کر دی۔ آپ نے مسیح کے دھڑے کو اپنا دھڑا قرار دیا۔ اور مسیح کے حالات زندگی کو مسیحیوں کی نسبت زیادہ عمدہ پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن مسیح کی یہ رعایت آپ کی کسی خود غرضی پر مبنی نہ تھی۔ اس سے عیسائیوں کو رشوت دے کر ان کی مدد سے فایدہ اٹھانا منظور نہ تھا۔ کیونکہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ اور آدم کو ایک درجہ میں رکھا۔ عیسیٰ کی ماں کو صدیقہ قرار دیا۔ خود حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ مانا۔ لیکن آپ نے ہرگز ہرگز یہ تسلیم نہ کیا۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا یا کسی رنگ میں بھی شریک تھا۔ آپ نے بار بار نہایت زور شور سے لوگوں کو بتایا۔ کہ مسیح دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان تھا۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح کھاتا پیتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے کسی کو نجات دہندہ یا کفارہ ہو جانے والا تسلیم نہ کیا بلکہ یہ بتایا۔ کہ ہر ایک روح اپنے لئے خود ہی نجات کی ذمہ دار ہے۔ اس طرح نہ صرف اُسی وقت کے عیسائی آپ کے دشمن ہو گئے۔ بلکہ آج بھی عیسائی آپ کے اسی طرح دشمن ہیں۔ اور اسلام کو اپنا مخالف مذہب سمجھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو جو دنیا میں صرف ایک ہی موحد قوم ہے۔ کافر و مشرک مشہور کرتے ہیں۔ اور یہ افترا کرتے ہیں۔ کہ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر یا تابوت یا خدا جانے کس کس چیز کی پرستش کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلعم نے تو صاف طور پر یہ اعلان کر

دیا تھا۔ کہ انّما انا بشرٌ مثلکم کہ بے شک میں تمہاری طرح صرف ایک انسان ہوں پس جب خود آنحضرت صلعم نے اپنے ایک بھائی سے بڑھ کر عزت کی خواہش نہ کی۔ تو ظلم ہے۔ کہ آپ کی امت پر یہ الزام لگایا جاوے۔ کہ وہ آپ کو معبود بنا کر پرستش کرتے ہیں۔ العجب ثم العجب۔ مسیح کے پرستار عیسائی تو موحد قرار دئے جائیں۔ اور ایک واحد خدا کے پرستار مشرک قرار دئے جائیں!

محمد صلعم نہایت آسانی سے عیسائیوں کی مدد حاصل کر سکتے تھے۔ اگر آپ انسان پرستی یعنی مسیح پرستی کی طرف جھک جاتے۔ لیکن ایسا آپ سے ہونا ناممکن تھا۔ اور آپ نے یہ قطعاً نہ کیا۔ پس یہ آپ کی بے نفسی اور صداقت ہی تھی جس نے اس وقت حجاز کے اندر اور اردگرد تمام لوگوں کو اپنی جان کا دشمن بنا لیا۔

پس حضرت محمد صلعم نے تنہا سب کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ شروع شروع میں بالکل یکہ و تنہا اور بعد میں معہ اپنی اہلیہ محترمہ۔ اپنے چچازاد بھائی اور چند گھرے رفقا کے جو آپ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ تمام بت پرستوں۔ یہود اور نصاریٰ کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور آخر کار آپ مظفر و منصور اور کامیاب ہوتے۔ اور آپ کی کامیابی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اور اس دن تک جاری رہیگا جس دن کہ زمین ریزہ ریزہ ہو جائیگی۔ اور آفتاب تیرہ و تار ہو جائیگا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے خدا کی توحید کی اشاعت کی یعنی آپ نے حق کی تبلیغ کی۔ اور حق ہمیشہ کامیاب ہی ہوگا۔

محمد رسول اللہ صلعم کی فتح اور کامیابی دراصل خدا کی فتح اور کامیابی ہے۔ اور خدا ہمیشہ کامیاب ہے اور رہوگا۔ خدا کی ہمیشہ فتح ہوگی۔ قرآن فرماتا ہے "یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون" یعنی یہ لوگ ارادہ کرتے ہیں۔ کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے خدا کے نور کو بجھا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو کامل اور کامیاب کرکے رہیگا۔ اگرچہ کافروں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام کے نور کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔ اور مسلمانوں کی قوم اگر محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت اور اسلام کے نور کی اقتدا کرے۔ تو کبھی مر نہیں سکتی۔ انشاء اللہ (العدوانی)

عقبہ کی بیعت ثانی

(از پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون)

(ہمارے ناظرین یہ بات معلوم کر کے محظوظ ہوں گے۔ کہ برادرم پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون ایم اے پی ایچ ڈی۔ ایل ایل ڈی۔ ایف۔ ایس۔ پی عرصہ ۳۲ سال سے پکے مسلمان ہیں۔ آپ نے ۱۸۸۲ء میں اسلام قبول کیا تھا۔ ہمارے مکرم بھائی یورپ اور امریکہ کی بہت سی علمی سوسائٹیوں کے فیلو اور آنریری ممبر ہیں۔ آپ علم اللسان کے ایک نہایت ماہر اور فاضل عالم ہیں۔ اور حال میں رسالہ آئیل آف مان ایگزیمنر میں آپ نے جزیرہ مان کی زبان کے ماخذ پر مضامین کا ایک سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ سائنس کی اس شاخ میں آپ کی خدمات کا اعتراف بہت سی علمی مجلسوں نے کیا ہے۔ اور حال ہی میں صوبجات متحدہ امریکہ کی پولٹک یونیورسٹی نے آپ کو ایم اے کی ڈگری عطا کی ہے۔ آپ علم اللسان کی بین الاقوامی سوسائٹی کے سکرٹری جنرل کے عظیم الشان عہدہ پر مامور ہیں۔ اور "فیلو متھ" جیسے سائنٹفک میگزین کے جو لنڈن سے نکلتا ہے آپ ایڈیٹر ہیں۔ ڈاکٹر لیون کو بہت سے تمغہ جات سلطان عبد الحمید خاں۔ شاہ ایران سابق اور شہنشاہ آسٹریا کی طرف سے عطا ہوئے۔ کئی سالوں کا عرصہ ہوا۔ آپ نے ووکنگ کی مسجد میں بھی کئی بار لیکچر دئے ہیں۔ ایڈیٹر)

ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی کے نہایت دلربا اور اہم واقعات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے۔ جب آپ کی جبل عقبہ کے دامن میں آدھی رات کی جادو بھری گھڑیوں میں انصار سے ملاقات ہوئی۔ اور اس جگہ مخلص مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت سے جو خون اور نسل کے اعتبار سے تو غیر تھے۔ مگر دین اور ایمان کے لحاظ سے قریش کی سب سے اونچی ذات کے بہترین قابل فخر فرزند کے عزیز و اقارب

تھے۔ ایک معاہدہ کیا گیا جس کے رو سے ان کی قسمت اور وفاداری ہمیشہ کے لئے خدائے بزرگ ترین آخری نبی کے ساتھ متحد ہو گئی۔ آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی کا باونواں سال تھا (۶۲۱ سنہ عیسوی)، جو حج کے ایام آ گئے۔ اور یثرب (مدینہ) کے نومسلموں کو پھر موقعہ ملا کہ امن اور سلامتی کے ساتھ مکہ کا سفر کریں۔ اور الامین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ وخلفائہ وسلم کی زبان مبارک جو حق وحکمت کے موتی لٹاتی تھی۔ اُن سے اپنی روح کے دامن کو بھر کر مالامال ہو جائیں۔

یہ موقع نہایت نازک تھا کیونکہ قریش آنحضرت صلعم کے ساتھ دشمنی کرنے میں حد سے گذر گئے تھے۔ اور بے طرح بپھرے ہوئے تھے۔ اور موقع ڈھونڈھتے تھے۔ کہ کوئی بہانہ ملے۔ تو ایذادہی کی تلوار کو نیام سے نکالیں۔ اور بابرکت احمد صلعم اور آپ کے صحابہؓ کے مقدس خون سے اُسے رنگیں۔

اس سال کے بعد بہت سے واقعات گذر چکے تھے جس سال کہ حضرت مصطفیٰ صلعم نے پہلی دفعہ دادی منا میں مدینہ کے حجاج کے سامنے یقین ومعرفت سے بھری تقریر فرمائی تھی۔ اور جسے سن کر اور آپکی پرشوکت وعظمت شخصیت اور بےنظیر فصاحت سے متاثر ہو کر آپ کے سامعین بے اختیار ایک دوسرے سے یوں بول پڑے تھے۔ کہ یقیناً یہ وہی نبی ہے جس کی یہود ہمیں دھمکیاں دیا کرتے تھے۔ اور حق یہی ہے کہ ہمارا اب یہ فرض ہے۔ کہ دیر نہ کریں۔ اور سب سے پہلے آپ کے متبعین میں داخل ہونے کا فخر حاصل کریں"۔

اس موقعہ پر آنحضرت کی تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بارہ اشخاص کی ایک جماعت نے آپ کو خدا کا نبی تسلیم کیا۔ اور اسلام کے مقدس دائرہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے دس تو قبیلہ خزرج میں سے اور باقی دو قبیلہ اوس میں سے تھے۔

اس وقت وفاداری کا حلف جن الفاظ میں اٹھایا گیا تھا۔ وہ مفصلہ ذیل ہیں:۔

"ہم خدائے واحد کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں گے۔ ہم چوری نہ کریں گے۔ نہ زنا کریں گے۔ اور نہ بچوں کو قتل کریں گے۔ اور ہم کسی رنگ میں بھی افترا اور بہتان

نہیں باندھینگے۔ اور امر بالمعروف میں کبھی رسولؐ کی نافرمانی نہ کریں گے"۔
جب یہ بارہ اشخاص یہ معاہدہ کر چکے۔ تو نبی کریم صلعم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ان کو برکت دی اور فرمایا" جو بیعت یعنی معاہدہ ابھی تم نے کیا ہے۔ اگر تم اس پر پوری طرح ثابت قدم رہے۔ تو فردوس تمہارا اجر ہوگا۔ اور جو کوئی اس معاہدہ کے کسی حصہ کو توڑیگا۔ تو اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ خواہ سزا دے یا معاف کر دے۔
اسلام کی ناقابل زوال تاریخ میں یہ واقعہ جو ہمیشہ یادگار رہیگا" عقبہ کی بیعت اولین" کہلاتی ہے۔ اور یہ نام اس ٹیلہ کی وجہ سے پڑا جس پر آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر بارہ نومسلموں سے بیعت وفاداری لی تھی۔ اس تاریخی مقام پر اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔
یہ بارہ نومسلم جب مدینہ واپس گئے۔ تو نہایت سرگرمی سے وہاں تبلیغ شروع کر دی واشاعت دین میں اُن کے جوش اور ان کی محنت نے ایسا عظیم الشان اثر دکھایا۔ کہ خدا کی طرف سے جو سچائی نازل ہوئی تھی۔ وہ گھر بہ گھر اور قبیلہ بہ قبیلہ پھیلنے لگی۔ اُن کے اباؤاجداد کے بت پھینک دئے گئے۔ اور چمگادڑوں اور چھچھوندروں کی طرح خارج اور ذلیل ہو گئے۔ اور لوگ کثرت سے ایمان لانے لگے۔ اور دعوت الٰہی کو قبول کر کے دارالامان میں داخل ہونے لگے۔ یثرب میں یہ تحریک ایسی کامیاب ہوئی۔ کہ مبلغین کی وسعت سے کام زیادہ بڑھ گیا جس پر اُن کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لکھنا پڑا۔ کہ ایک معلم بھیجیں۔ جو قرآن پڑھ سکتا ہو۔ اور دین سکھا سکتا ہو۔ ایک جوشیلا نوجوان صحابی مصعب نامی جو ہاشم کا پڑپوتا تھا۔ اور ہجرت حبشہ سے ابھی واپس آیا تھا۔ اس کام کے لئے منتخب ہؤا۔ اور بعد میں بھی بتدریج دوسرے آدمی امداد کے لئے روانہ کئے گئے۔ جس میں وہ نابینا ولی بھی تھا جس کا نام عبد اللہ ابن ام مکتوم ہے۔ اور جس کا قرآن شریف کی سورۂ عبس میں تذکرہ ہے۔
یثرب میں اسلام کی اس حیرت انگیز کامیابی کی رپورٹیں حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچتی تھیں چونکہ آپ قریش کی خطرناک عداوت سے واقف تھے۔ اور نہ چاہتے تھے۔ کہ وہ بھڑک کر جنگ پر آمادہ ہو جائیں۔ اس لئے خدا کے رسول نے یہ مناسب

سمجھا کہ احتیاطاً یہ خبر پوشیدہ رکھی جائے۔ یہاں تک کہ یثرب کے حاجیوں کی ایک بڑی جماعت نومسلموں کے ساتھ تھی۔ اور ان کے مقصد سے ناواقف تھی۔ حاجیوں کی نو مسلم جماعت کے ساتھ مصعب بھی ساتھ تھے۔ اور نبی کریم صلعم اور نومسلموں کے درمیان خبر رسانی کا وہی ذریعہ تھے ۔

دشمنان اسلام کو خبر پہنچ جانے اور اُن کے حملہ کر دینے کے اندیشہ سے حضرت نبی کریم صلعم اور نومسلموں کے درمیان نصف رات کو ملاقات کا وقت قرار پایا۔ اور اس خیال سے کہ اگر شبہ پڑ جاوے۔ اور کفار دشمنی اور جنگ پر آمادہ ہو جاویں۔ تو یہ نووارد لوگ جلدی ہی ان کے دایرہ اقتدار سے باہر نکل جاسکیں۔ حج کے اختتام پر اس ملاقات کو رکھا گیا۔ کیونکہ بوجہ حج کے مراسم ختم ہو جانے کے اگلی صبح کو تمام مخلوق یوں بھی اپنے گھروں کو لوٹنے والی ہوتی ہے ۔

۶۲۲ء بیعت عقبہ

ملاقات کے لئے جو جگہ تجویز کی گئی۔ وہ وہی عقبہ کی سنسان گھاٹی تھی جو بارہ ماہ پہلے بارہ آدمیوں کی بیعت سے مشرف ہو چکی تھی۔ اور اس ملاقات میں سب شامل ہونے والوں کو ہدایت کر دی گئی۔ کہ وہاں نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے پہنچ جائیں۔ سوئے ہوئے کو نہ جگائیں۔ اور غیر حاضر اور سست کا انتظار نہ کریں۔ آنحضرت صلعم اپنے چچا عباس کے ساتھ (جو ابھی تک کافر تھے لیکن بوجہ معتبر ہونے کے اس موقعہ پر وہ بھی موجود تھے) نصف شب سے ایک دو گھنٹہ پہلے ہی مقررہ ملاقات کی جگہ پر جا پہنچے۔ اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے ۔

ابھی زیادہ دیر نہ گذری تھی۔ کہ رات کی تاریکی میں لوگ ایک ایک دو دو تین تین چپ چاپ برہنہ چٹانوں اور پتھریلی وادیوں پر سے اس مقدس مقام کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آنے لگے۔ یہاں تک تہتر مخلص شاگرد (جن میں سے باسٹھ بنی خزرج میں سے تھے۔ اور گیارہ بنی اوس میں سے تھے) بمعہ دو عورتوں کے جمع ہو گئے۔ ان میں وہ بارہ نومسلم بھی شامل تھے۔ جو کہ پچھلے سال اسی مقام پر رسول اللہ صلعم سے مل چکے تھے
حضرت عباس نے ان سب کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور اپنے بھتیجے (یعنی نبی کریم)

کے پاس خود بیٹھ کر دھیمی آواز میں مجمع کو یوں مخاطب کیا۔

"اے اہل یثرب اور معاشر بنی خزرج۔ آپ لوگ میرے بھتیجے محمد (صلعم) کے اس معزز وممتاز مقام سے خوب واقف ہیں۔ جو اُسے میرے اعزا و اقارب قبیلہ بنی ہاشم میں حاصل ہے۔ اگرچہ ہم اس کے نئے مذہب کے مخالف ہیں۔ مگر ہم برابر اسکی حمایت کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمارا خون اور جگر ہے۔ اور اسی طرح اسکی حمایت کرتے رہیں گے لیکن یہ تم لوگوں کی آنکھوں میں اب مقبول ومحبوب ہوگیا ہے۔ اس لئے یہ اب تم ہیں سے ہی ایک بننے کو تیار ہے۔ مگر اے بنی خزرج میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ کہ اس معاملہ پر پہلے خوب غور کرلو۔ اگر تم اس قدر مضبوط ہو۔ کہ ان سب کے مقابلہ پر جو اس کو اور تم کو نقصان دینے کیلئے اُٹھیں۔ اپنا اور اس کا بچاؤ کرسکتے ہو۔ اگر تم اتنے قوی اور بہادر ہو۔ کہ اگر ضرورت پڑے۔ تو اسکی حمایت کے لئے اپنی جانیں اور مال قربان کرسکتے ہو۔ تو پھر یہ تجویز احسن اور عمدہ ہے لیکن اگر تم یہ نہیں کرسکتے۔ تو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ کہ تم اسے ابھی چھوڑ دو۔ تا بعد میں اس کو دشمنوں کے حوالہ کرکے اپنی عزت ونیکنامی کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ نہ لگالو۔ اے اہل یثرب اب بتلاؤ کہ تم کیا کہتے ہو؟"

تب براء نے جو بنی خزرج میں ایک بوڑھا سردار تھا جواب دیا کہ ہم نے ان باتوں کو سُنا۔ ہم سب ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ ہمارے عزم کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ ہماری خواہ جان چلی جائے۔ مگر ہم اپنے عہدوں پر اور محمد صلعم کے ساتھ وفادار رہیں گے ہم قطعی فیصلہ کرچکے۔ اب اے خدا کے رسول آپ اپنا فیصلہ ارشاد فرمائیں"۔

حضرت خیر البشر صلعم نے جواب میں پہلے تو چند آیات قرآنی تلاوت فرمائیں۔ اور آخر میں آپ نے مذکورہ بالا تجویز پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ لیکن اس شرط پر کہ حاضرین عہد کریں۔ کہ وہ آپکی حمایت وحفاظت میں اسی طرح سعی کریں گے۔ جس طرح اپنی بیبیوں اور بچوں کی حفاظت وحمایت میں کرتے ہیں۔

جونہی کہ نبی کریم نے صلعم نے تقریر ختم کی۔ چاروں طرف سے ہر ایک شخص دلی

نقیب اسلام کی کرامات بات زبان ایمن۔

جوش و خروش سے چلا اٹھا۔ کہ ہم ایسے معاہدہ کے لئے تیار ہیں۔ اور رسولؐ کے استقبال اور حمایت و حفاظت کے لئے نہ صرف اپنا مال و دولت بلکہ جانیں تک قربان کر دینے کے آمادہ ہیں۔ تب عباسؓ نے اپنے ایک ہاتھ میں آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑا۔ اور دوسرا ہاتھ بلند کر کے زور سے کہا۔ کہ خاموش! ممکن ہے کہ ارد گرد کوئی جاسوس لگا ہوا ہو۔ چاہئے کہ تم میں سے دیرینہ سال لوگ اٹھیں۔ اور تمہاری طرف سے بولیں کیونکہ اگر ہماری قوم کو ہمارے یہاں جمع ہونے کا پتہ لگ گیا۔ تو تمہاری سلامتی معرض خطر میں پڑ جائے گی۔ پس جلدی اسی وقت اور اسی جگہ پکا عہد کرو۔ اور اس عہد کے بعد جس قدر جلد ہو سکے۔ نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے ڈیروں کو رخصت ہو جاؤ۔ تب ان میں سے قبایل کے خاص آدمی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور براءؓ نے سب کی طرف سے وکیل بن کر کہا "اے محمدؐ خدا کے سچے رسول اپنا ہاتھ پھیلایئے" آنحضرت صلعم نے ہاتھ پھیلایا۔ اور براءؓ نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ جیسا کہ وفاداری کی حلف اٹھاتے وقت عربوں میں دستور تھا۔ تب عورتوں کے سوا باقی کے تمام لوگوں نے باری باری سے اسی طرح بیعت کی۔ اس کے بعد عورتیں آگے آئیں اور عقبہ کی بیعت اول کے الفاظ دہرائے۔ مگر آنحضرت کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جب یہ ہو چکا۔ تو رسول اللہ صلعم نے خاص آدمیوں میں سے بارہ نقیب مقرر کئے۔ جن میں سے چار تو قبیلہ اوس میں سے تھے۔ اور باقی کے قبیلہ خزرج میں سے۔ اور فرمایا "موسیٰ نے اپنی امت میں سے بارہ نقیب منتخب کئے تھے۔ اسی طرح تم بھی نقیب ہو۔ اور باقیوں کے لئے شاہد ہو۔ جس طرح عیسیٰ کے رسول (حواری) شاہد تھے۔ اور میں اپنے لوگوں کے لئے شاہد ہوں"۔ اس پر سب نے عرض کیا کہ "حضور نے جو فرمایا ایسا ہی ہو۔ آمین"

تب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اور مجمع منتشر ہو گیا۔ اور ہر ایک شخص اپنے اپنے ڈیرے کو چلا گیا۔ اور اس طرح عقبہ کی بیعت ثانی کی ہمیشہ یادگار رہنے والی پُر عظمت و تکریم شب کا خاتمہ ہوا۔

عیسویت کی ناکامی

جنگ سے حاصل شدہ سبق پر آزاد پادریوں کی قیل وقال

گرجوں کے اتحاد و اتفاق کیلئے صدائے عالمگیر

اتحادی سوسایٹی کے سکرٹریوں کی آمد پر جو جلسہ مڈلینڈ ہوٹل مانچسٹر میں ۱۱۔ مارچ کو ہوا ہے۔ اس پر آزاد پادریوں کی قومی کونسل کی کارروائیوں کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد پھر البرٹ ہال میں سرجے کامپٹن اکٹ ایم۔ پی کے زیر صدارت ایک اور جلسہ ہوا۔ جس میں تمام نیابت کرنے والے اصحاب موجود تھے مضمون جو زیر بحث تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ سلطنت کو پھر متحد ہو کر قوت حاصل کرنی چاہئے۔ یعنی گرجوں کے آپس میں اتحاد کے لئے صدا بلند کیجائے نہ صرف براعظم یورپ میں بلکہ تمام دنیا میں پادری جے اتچ رش بروک نے کہا۔ کہ مسیحی دنیا پر ایک عظیم الشان مصیبت آن پڑی ہے۔ اور یہ کہ اس کا کام یہ نہیں۔ کہ یورپ کے مسیحی گرجوں کے آپس کے اتحاد کے لئے وہ کوئی پروگرام تجویز کرے۔ بلکہ اس کام کے لئے بہت سی روحانی عبادتوں اور توبہ و استغفار کی ضرورت ہے۔ ہماری تاریخ ایسی گندی نہیں جیسی کہ پرشیا کے معلین ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ہماری دو رخی چالوں اور سامان حرب کی تیاریوں اور گذشتہ ایام میں کمزوروں کے حقوق کی نگہداشت کی طرف سے ہماری حقارت آمیز لاپرواہی اور ہمارے نامہ نگاروں کی سطحی اور بیہوری اور بعض دفعہ مجرمانہ غیر معتبر روائتیں یہ سب ایسی چیزیں ہیں۔ جن سے تائب ہونا ہمارا فرض ہے +

مسیحی مذہب اور اس کے تمام نظام اور تعلقات کی ناکامی پر موجودہ جنگ نے مُہر لگادی ہے۔ کیونکہ اس جنگ سے پتہ لگ گیا۔ کہ مسیحی اقوام کا آپس میں رشتہ مادی طاقتوں پر منحصر تھا۔ نہ کہ روحانی قوتوں پر سنیمیٹر اور ہاؤٹنر توپیں مد نظر

تھیں نہ کہ مسیح کی صلیب۔ آخر دم تک جو وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ کرپ اور ارم اسٹرانگ کا ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی اور کا۔

ریت پر بنیاد

کلیسیا ہاں خدا کا متحدہ کلیسیا بجائے اس کے کہ اقوام کی سیاست پر حکومت کرتا دنیوی تدابیر اور چالبازیوں کے قدموں میں روندا گیا۔ اور کلیسیا والے صرف دنیوی بادشاہتوں کی غلط کاریوں کے جواز کا فتویٰ دینے والے بن گئے۔ جو کہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے تھا۔

اس عظیم الشان جنگ نے مسیحیوں پر جبراً یہ بات ثابت کر دی۔ کہ یوروپین تہذیب جس بنیاد پر نشوونما پا رہی تھی۔ وہ ریت کی تھی۔ پادری۔ اے۔ ٹی گگڑی نے جنہوں نے مسیحی مشن پر جنگ کے اثر کے متعلق لیکچر دیا۔ فرمایا۔ کہ پراٹسٹنٹ اور کل مسیحی اقوام ایک دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں مشرق کے بازاروں اور افریقہ کی بستیوں اور جنوبی سمندر کے جزائر میں جنگ کی ہولناک خبریں اڑ رہی ہیں لیکن ہماری مشنری بائیبل کیوں کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دی گئی۔ اس جنگ کا سبب بگڑا ہوا فلسفہ مسخ شدہ اخلاقی اصول اور تنزل یافتہ مذہب ہے۔ کیونکہ ہم تو ایسی قوم نہ تھے جس میں فوجی ملازمت ہر شخص پر فرض ہو۔ اور نہ ایسا ارادہ ہے۔ اگرچہ بعض ہفتہ وار مذہبی اخبار اس پر تحکمانہ لہجہ میں زور دے رہے ہیں۔ (قہقہہ) مگر جب لارڈ کچنر سیر ہو گئے ہیں۔ تو یہ ہفتہ وار مذہبی اخبار بھی چاہیئے کہ چپ ہو جائیں۔ (قہقہہ اور چیرز) اب عذر خواہیوں کا خاتمہ ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں اس ترمیم کے عظیم الشان کام کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ جو کہ جنگ کے بعد شروع ہو گی جنگی بلند پروازیوں کو توڑنا چاہیئے ایسی ملک گیریاں جن سے قومی تنفر زیادہ بڑھے۔ اور خون کا سیلاب رواں ہو۔ انسانی تہذیب کے خلاف جرم ہے۔ صلح اور جنگ کا تصفیہ اکیلے خود مختار بادشاہوں اور پراسرار مدبروں کے ہاتھوں سے چھین کر خود رعایا کے سپرد کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر اسکاٹ لجٹ نے "ہمیشہ کے لئے صلح و امن کے اصولوں" پر تقریر کی انہوں نے کانفرنس کو یاد دلایا۔ کہ گذشتہ ہفتہ میں جب بعض اشخاص نے ان شرائط

پر جن پر صلح ممکن ہو سکتی ہے۔ بحث کرنی شروع کی۔ تو وزیر اعظم نے نہایت حقارت ونفرت کا اظہار کیا۔ اور صلح کی بحث چھیڑنی نہایت قابل اعتراض بات قرار دی گئی۔ کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ فتح ہو چکی ہے۔ حالانکہ ابھی نہیں ہوئی۔ اور اس طرح لوگوں کو دھوکہ لگ سکتا ہے۔ اور وہ اس سر توڑ کوشش سے غافل ہو جائینگے جو کہ فتح کے لئے ضروری ہے۔ نیز اس سے اتحادیوں میں تفرقہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور دشمنوں کی چالبازیوں کو مدد ملے گی۔ اور غیر جانب دار طاقتوں میں غلط فہمی پیدا ہو گی +

پس ہم جو دائمی صلح کے اصولوں پر بحث کر رہے ہیں۔ وہ اور ہی رنگ میں ہے۔ اس میں یہ بحث نہیں۔ کہ برطانیہ کی مادی طاقت کو کس طرح بڑھایا جاوے اور خاص فواید کس طرح حاصل کئے جاویں گے۔ ہمیں بالکل تسلی ہو گی۔ اگر عالمگیر آزادی اور ترقی کی شرایط کی خاطر خواہ تائید ہو جائے۔ اور سلطنت برطانیہ امن عامہ اور عالمگیر خیر خواہی سے اپنا حصہ رسدی پالے +

بعض خاص سلطنتوں کی ناجایز بلند پروازیوں کے خلاف عہدناموں کے احترام قایم رکھنے کے لئے کوئی پختہ انتظام ہونا چاہیئے۔ علاوہ ازیں رات دن فوجی قوت کو بڑھانے کے خبط سے جو دنیا کا امن عامہ ہر وقت معرض خطر میں ہے اور رعایا پر ناواجب بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس سے دنیا کو نجات ملنی چاہیئے۔ اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ قوانین بین الاقوام کو پختہ کرنے کے لئے کوئی ایسا موثر آلہ مہیا کیا جانا چاہیئے جو کہ ان قوانین کو سب طاقتوں سے منوا سکے۔ مذکورہ بالا اور وہ خاص باتیں ہیں۔ جن کو جرمنی نے معرض خطر میں ڈال دیا ہے +

(ماخوذ از ڈیلی کرانیکل)

پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمے

۱

کتاب پیدایش باب ۳ آیت ۱۶ لغایت ۱۹ میں حسب ذیل لکھا ہے (۱۶) اور اس نے عورت سے کہا۔ کہ میں تیری حمل میں تیری درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور درد سے تو لڑکے جنے گی۔ اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کریگا (۱۷) اور آدم سے کہا۔ اس واسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اس درخت سے کھایا۔ جسکی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ کہ اس سے مت کھانا۔ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر اس سے کھائیگا۔ (۱۸) اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹکٹارے اگادیگی۔ اور تو کھیت کی نبات کھائیگا (۱۹) تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا۔ جب تک کہ زمین میں پھر نہ جاوے ۔

عیسائی عقیدہ کے مطابق آدم نے گناہ کیا۔ اور عیسائی عقاید رکھنے والوں کا اس بات پر یقین ہے۔ کہ آدم کی لغزش (گناہ) سے ہم سب ملعون ہوئے ہیں۔ او جب ہم گنہگار ٹھیرے ہیں۔ تو مسیح ہمارے لئے آیا اور مرا۔ خدا نے ہم سے جس وقت کہ ہم دشمن ہیں۔ اپنے بیٹے کی موت کے سبب میل کیا۔ ہم اس کے ذریعے غضب سے بچائے گئے۔ دیکھو رومیوں باب ۵

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا جو کچھ متذکرہ بالا آیتوں میں لکھا ہے۔ صحیح ہے۔ اور کیا نجات واقعات سے ثابت ہوتی ہے۔ خدا کا حکم تو مسطورہ بالا الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہ الفاظ ایسے صاف و صریح ہیں۔ کہ ان کا ظاہری معنوں کے سوا اور کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ ماسوا اس کے ہمارا تجربہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے جسم اور روح کو برابر سزا دی گئی ہے۔ اب اگر جسم کو خدا کے غضب سے نجات مل گئی ہو۔ تو روح

کی نجات پر انسان اعتقاد رکھ سکتا ہے لیکن عورت پر تاحال خدا کا غصہ جاری ہے۔ اس نے دردِ زہ کی وراثت جو حوا سے پائی ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور آدم کی اولاد کے لئے زمین سے اس وقت تک کانٹے اور اونٹ کٹارے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ہم کھیت کی نبات کھاتے ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہمارا اعتقاد کمزور ہے۔ لیکن کیا کل عیسائی مذہب میں ایک آدمی بھی ایسا ہے۔ جو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی نہ کھاتا ہو۔ یا کوئی ایسی عورت ہمیں دکھائی جاسکتی ہے۔ جو باوجود اپنی پارسائی خوش اعتقادات اور عبادات کے باعث درد سے بچہ نہ جنتی ہو۔ پس اس بات سے ثابت ہے۔ کہ وہ فضل جو ایک آدمی یعنی یسوع کے ذریعہ ہُوا۔ وہ سب پر حاوی نہ ہوسکا۔ (رومیوں باب ۵ آیت ۱۵) آدم نے گناہ کیا۔ نسل آدم کو سزا ملی۔ مسیح آیا۔ اور اس گناہ کی سزا کا کفارہ ہوا۔ لیکن سزا تو ابھی تک مرد اور عورت بھگت رہے ہیں۔ اگر اس جہان میں سزا سے نجات نہ ملے۔ تو آیندہ کا کیا اعتبار خصوصاً عورتوں کے متعلق جس قدر احکام ہیں۔ وہ ابھی تک جاری ہیں۔ سوا ایک حکم کے اے عورت تیرا شوق خصم کی طرف ہو گا۔ سو اب اس سے بعض یورپین عورتوں نے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے والا باقی احکام برابر جاری ہیں۔ اور ہم کو یسوع کے خون کی حقیقت سے کچھ فایدہ نہیں ہوا۔ نہ سزائے گناہ سے نجات ملی (مسلم انڈیا) ہمیں افسوس سے ہی لکھنا پڑتا ہے۔ کہ مضمون بالا کو مدنظر رکھ کر حقوق طلب مستورات کا معاملہ چنداں امید افزا نہیں۔ کیونکہ خدائی حکم تو یہ ہے۔ کہ مرد عورت پر حکومت کریگا۔ اور اس سے عورت خاوند میں مساوات قایم نہیں رہتی بہتر ہے کہ یہ حقوق طلب عورتیں پہلے ان مقدس احکامات کو جواب دیں۔ اور بعد میں پارلیمنٹ سے آئین کے خلاف لڑائی کریں ◆

ماخوذ از اسلامک ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۱۳ء

بلقیس اور سلیمان

(ایک عالی نژاد خاتون جس نے سلیمان و بلقیس کا قصہ مندرجہ بائیبل کی بنا پر ایک کتاب لکھی تھی۔ اسکی ہدایت کے لئے یہ مضمون ۱۹۱۳ء میں لکھا گیا۔ جو اسلامک ریویو ماہ مئی ۱۹۱۳ء میں درج تھا۔ ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کا ترجمہ بیان کرتے ہیں۔ اس میں اس حقیقت کو کھولا گیا ہے۔ کہ کسی کے معجزات دیکھکر اس کو خدا سمجھ لینا۔ یا کسی میں کوئی خوبی دیکھکر اس کو اصل مقام سے بڑھانا نادانی ہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس

حسب روایت قرآن سبا کی ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مذہبا گو نجوم پرست تھی۔ حضرت سلیمان کو اس کے جسم کے مقابلہ میں جیسے کہ بعض نادان خیال کرتے ہیں۔ اسکی روح کی زیادہ پرواہ تھی۔ آپ نے چاہا۔ کہ آپ ملکہ کو راہ راست پر لائیں۔ اور اس کوشش میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ملکہ اپنے وطن کو واپس گئی تو کل مشرکانہ خیالات سے الگ ہو کر موحد بن کر گئی۔ یہ تبدیلی ایک نہایت ہی دلچسپ طریق پر واقع ہوئی۔ حضرت سلیمان اسے یہ یقین دلانا چاہتے تھے۔ کہ اس نیر اعظم کے پیچھے جسکی خوبصورتی اور بناوٹ کی عمدگی کے آگے وہ سربسجود ہے۔ قادر مطلق کا ایک زبردست ہاتھ ہے۔ جو در اصل کام کر رہا ہے۔ اس غرض کے لئے جناب سلیمان نے ایک بلوری محل تیار کیا جس کا فرش بھی شیشے سے لگایا۔ اور صاف و شفاف فرش کے نیچے تیز پانی چھوڑ دیا۔ ملکہ محل میں آئی۔ اور داخل ہوتے ہی اُس نے فرش کو پانی سمجھا۔ اور گھبرا گئی۔ کہ اس سے کس طرح آگے گذرے۔ تو حضرت سلیمان فی الفور پکار اٹھے۔ انہ صرح ممرد من قواریر۔ یہ تو پانی نہیں جس سے آپ ڈرتی ہیں۔ یہ تو ایک محل ہے۔ جس کا فرش بلور سے

کیا گیا ہے۔ ملکہ بڑی ذہین تھی۔ اس اشارہ کو سمجھ گئی۔ کہ جس طرح جس چیز کو اس نے پانی سمجھا ہے۔ وہ در اصل پانی نہیں شیشہ ہے۔ اور پانی اس سے الگ ہے۔ اسی طرح اس کا حقیقی معبود سورج نہیں۔ بلکہ وہ طاقت بالا ہے جس کا ہاتھ سورج میں نور افشانی کر رہا ہے۔

کیا ہی خوبصورت اور برجستہ مثال قرآن کریم نے ایک حقیقت کے افشا کے لئے دی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قرآن کوئی کہانیوں کی کتاب نہیں۔ جیسے کہ بعض مروجہ مقدس کتابیں ہیں۔ اسکی غرض تو بعض حقایق کو مستحقق کرنا ہوتا ہی اور ان کے انکشاف کے لیئے قرآن کریم بعض وقت ہماری آنکھوں کے سامنے صحیفہ قدرت کی کتاب کھول دیتا ہے۔ یا بعض وقت تشریح کے طور بعض مشاہیر کی زندگی کے واقعات لے لیتا ہے۔ عیسائی مذہب کے مناد بعض وقت قرآن کریم پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کیوں خدا کی کتاب میں قصص مکمل نہیں۔ لیکن ہم انکی نافہمی پر افسوس کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ کتاب اسلام بے فکروں کی دل لگی کے لئے امیر حمزہ کا قصہ نہیں۔ یہ تو نور و ھدایت ہے۔ اور حسب ضرورت بعض حقایق کی تشریح کے لئے اس کو تاریخ عالم سے بعض واقعات لینے پڑتے ہیں۔ یہاں بھی جیسے کہ اوپر لکھا گیا ہی حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا قصہ بیان کرنے کی غرض نہ تھی۔ اصلی مقصد اس غلطی کو کھولنے کا تھا جس کے ماتحت توہم پرست اور جہالت میں پھنسی ہوئی فطرت عبادت خالق مخلوق کے سپرد کر دیتی ہے۔ یہاں دنیا کو ایک بلوری محل سے تشبیہ دی گئی ہی جس کا فرش شیشے کا ہی۔ اور اس شفاف فرش کے نیچے ایک تیز لہر پانی کی چل رہی ہی سطح بین آنکھ اس منظر کو دیکھ کر شیشے پر پانی کا دہوکا کھاتی ہے۔ اور اس طرح حقیقت سے الگ ہو جاتی ہے جس میں سے پانی نظر آ رہا ہے۔ اسکو پانی کی جگہ سمجھ لیتی ہے۔ یہی حالت ان نورانی کروں کی ہے۔ جو کائنات میں نظر آ رہے ہیں۔ جیسے سورج۔ چاند۔ دیگر ستارے یہ تو در اصل اس عظیم ہستی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو ان کے پیچھے کام کر رہی ہے لیکن ناقص عقل انسانی ان کے آگے عبادتاً اسی طرح دہوکا کھا کر سجدہ کر

دیتی ہے۔ جیسے آنکھ مذکورہ بالا مثال میں شیشے کو پانی سمجھتی ہے۔ وہ ذات پاک جو ان شیشوں میں سے نظر آرہی ہے۔ وہ ان سے وراء الورا ہے۔ لیکن مشرک فطرت خالق کے کام کو مخلوق کی طرف لگا دیتی ہے +

ملکہ سبا سے کوئی وقت خالی نہیں

لیکن بلقیس یعنی ملکہ سبا جو سلیمان کے وقت پیدا ہوئی۔ اپنی نوعیت کی خاص نہ تھی۔ بنی نوع کی ہر نسل میں بلقیس موجود ہوتی ہے۔ شرک پرستی کی تاریخ میں ہر جگہ بلقیس سامنے آجاتی ہے۔ خواہ ہمارا معبود وسط افریقہ کے باشندوں کی طرح انڈے کا چھلکا ہو۔ یا ابن آدم (یسوع مسیح) ہر جگہ بلقیس سربسجود ہے۔ جو امر اس کے لئے باعث بوالعجبی یا استعجاب ہو۔ یا اسکی حیرت و تعریف کا محرک ہو۔ وہی اس کا خداوند بن جاتا ہے۔ لیکن سلیمان بھی اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ بھی ہر زمانہ میں آکر کسی نہ کسی طرز سے اُس کو سمجھائے جاتا ہے۔ کہ جس چیز کو تو نے خدا سمجھ رکھا ہے۔ وہ تو زبردست ہاتھ کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔ اور اسکی قدرت کا ایک معمولی مظہر ہے۔ بلقیس شرمندہ ہو جاتی ہے۔ اور اپنی غلطی کی اصلاح کر لیتی ہے۔ لیکن آنے والا زمانہ پہلے معبود سے بہتر ساخت کی چیز کسی نئی بلقیس کے سامنے لاکر اس کو خدا بنا دیتا ہے۔ شرک پرستی کی تاریخ کو اگر دیکھا جائے۔ تو ہمیں تاریخ کے ہزاروں صفحے پلٹنے پڑھتے ہیں۔ کہ کس طرح سے فطرت انسانی کی یہ بلقیس عناصر پرستی سے بچتی بچتی آخر کار یہ سمجھنے لگی۔ کہ انسان خلاصہ مخلوقات ہے۔ اور تمام مظاہر قدرت اس کے غلام ہیں۔ اس طرح مظاہر قدرت نے اپنی معبودیت کا تاج آہستہ آہستہ کھو دیا۔ اور بلقیس کی نگاہ میں اس کے گذشتہ زمانہ کے معبود اسکے غلام ہو گئے۔ لیکن کریں تو کیا کریں۔ بلقیس آخر ایک عورت ہے۔ اور وہ خوش ہو نہیں سکتی۔ جب تک کہ اسکی پرستش کے لیئے کوئی چیز اس کے محسوسات میں نہ آجائے محبت بھرا دل رکھتی ہے۔ جذبات بھی اس کے نرم ہیں۔ اس لئے جب کوئی انسان کوئی ایسا کام کر بیٹھے۔ جو اس کے نزدیک فوق العادت ہو۔ وہی اس کا معبود ہو جاتا

ہے جیوپیٹر ہرکیولیز۔ رامچندر۔ کرشن۔ عزیز۔ یسوع وغیرہ ابن بلقیس (فطرت انسانی) کے اسی وجہ سے وقتاً فوقتاً معبود بنے رہے۔ لیکن سلیمان بھی اس عورت زاد کے نقص عقل اور دقتوں سے واقف ہے۔ اسی کی دانائی سے بلقیس کو پتہ چلتا رہتا ہے۔ کہ زمانہ ماضی کی فوق الطاقت باتیں زمانہ حال کے معمولی واقعات ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح آج کے معجزات کل کے واقعات روزانہ ہوجائینگے۔ لیکن مزہ تو یہ ہے۔ کہ یہ بی بی پھر وہی غلطی کر جاتی ہے۔ آخر عورت ہی ہے۔ اور اسکی زنانہ فطرت ہی ان غلط کاریوں کی ذمہ وار ہے۔ ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بلقیس کو اپنی شرک پرستی سے الگ ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

بلقیس کے لئے ایک نصیحت

ملکہ سبا اس زمانہ میں بھی ایک سلیمان موجود ہے۔ تو کیوں اس کے پاس نہیں جاتی۔ وہ اب بھی تجھے دانائی کی باتیں سکھلا سکتا ہے۔ تو کیوں انسانی پرستش کرتی ہے۔ آخر ستاروں کو پوجنا تو نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یہ انسان جسے تو نے خدا بنا رکھا ہے۔ یہ تو تیرے رحم سے ہی نکلا ہے۔ ہاں کچھ معجزات اس سے سرزد ہوئے ہیں اور تو نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ اس کے بعض افعال میں ربانی رنگ ہے۔ لیکن اس سے بیسیوں انسانی کمزوریاں بھی تو سرزد ہوئی ہیں۔ پیاری ملکہ! تو اس موقعہ پر یہی کہیگی کہ وہ خدا بھی ہے۔ انسان بھی ہے۔ اس لئے ایک طرف معجزے ہیں ایک طرف غلطیاں۔ نہیں ملکہ یہ نہیں! ہم تو صحیفہ قدرت میں یہ باتیں روز دیکھتے ہیں۔ لوہے کو آگ میں ڈال دو۔ تو آگ بن جاتا ہے۔ اس سے روشنی بھی نکلتی ہے۔ اور حرارت بھی۔ اور جو اس قلب ماہیت سے ناواقف ہو وہ اسے آگ سمجھے گا۔ لیکن جب آگ اس سے دور ہوگئی۔ تو وہ وہی سیاہ اور ٹھنڈا لوہا ہے۔

اسی طرح ہر ایک انسان میں ایک ربانی جوہر ہوتا ہے۔ جو خدا کے توسل سے بعض وقت چمک اٹھتا ہے۔ حالت توسل میں اس میں اخلاق الٰہیہ بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اسکی زبان خدا کی زبان اس کے کام خدا

کے کام ہو جاتے ہیں۔ سبا کی ملکہ تو ایسے انسان کو اپنا خدا بنا لیکن سلیمان تو ایسا نادان نہیں۔ وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ اس انسان کی زندگی میں ایسے وقفے بہت تھوڑے ہوتے ہیں جس میں وہ خدا سے ایک ہو کر مظہر خدا ہو جایا کرتا ہے۔ اور ایسے وقفوں کے بعد اس میں زیادہ حصہ معمولی فطرت انسانی کا پیدا ہوتا ہے۔ جو نقائص سے خالی نہیں + ملکہ بلقیس! جس کو تو نے آج خدا بنا رکھا ہے۔ اسکی کمزوریوں کا مقابلہ اس کے ان چند افعال سے کر جس میں ربانی قدرتوں کا ظہور ہوا ہے +

اگر کمزوریوں کی تعداد اسکی زندگی میں بہت بڑھ جائے۔ تو یاد رکھ۔ کہ تیرا خدا ایک لوہا ہے۔ جو کسی وقت آگ میں پڑ کر آگ ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی اصلیت نہیں بدلتی

نظم

خدارا۔ قوم من برخیز از مستانہ خواب
تا بہ کے غفلت بہ بین بر بام آمد آفتاب

کن نگاہ! بر افق مغرب رو نمود آثار صبح
حیف باشد گرنہ این ایام بشناسی شتاب

در ملا یک غلغلہ شد نصرتِ اسلام را
غلبۂ توحید می خواہد خود واحدیت مآب

آہ! میر ستم اگر این وقت ہم از دست رفت
بالیقین بینی بروز چند خسران و تباب

رب عزت۔ قوم دیگر را دہد عز و شرف
گر دما باور نداری۔ رو بخوان اُمّ الکتاب

لہ و ان تتولو یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

وہ دن کب ہوگا۔ جب مسلمان بھی وقت و اشارہ شناس ہونگے۔ مدت سے ہمیں غفلت کے لحاف لپیٹے ہوئے ہیں۔ وقت پر ذرا سی کوشش سخت سے سخت مصیبت کو ٹال سکتی ہے۔ اور اہم سے اہم فوایدکا مالک ایک وقت شناس کو کر سکتی ہے لیکن ہم ہیں جو وقت شناسی سے بالکل بے بہرہ ہیں نتیجہ یہ ہے کہ عمدہ مواقع ہاتھ سے نکلے جاتے ہیں۔ اور مصیبت اور تکلیف نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ آہ ذاتی اغراض عظیم الشان قومی مفاد کو تباہ کر دیتی ہے۔ بڑے بڑے مدعیان ہدایت ذاتی اغراض کے لئے عظیم الشان اصولوں کو قربان کر دیتے ہیں +

ماخوذ از اسلامک ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۱۳ء

بے نظیری

ہمارا زمانہ ایک بے نظیر زمانہ ہے۔ اور اگر ہم میں بے مثل ہونے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو کوئی اچنبا بات نہیں۔ زمانہ کا رنگ ہی ایسا ہے۔ بے مثل بننے کی خواہش کرنا ایک مستحسن امر ہے لیکن مشکل یہ آن پڑتی ہے۔ کہ اس شوق میں ہماری سرگرمی بعض اوقات ہمیں جادہ اعتدال سے دور پھینک دیتی ہے۔ اس شوق میں کہ جو ہمارے پاس ہے۔ وہ دوسروں کی نگاہ میں ہماری چیز ہی بے مثل نظر آئے۔ ہماری عقل پر ہمارا جوش غالب آجاتا ہی۔ پھر ہم معمولی عقل عامہ سے بھی کام نہیں لیتے۔ ہمارا شوق جنون تک پہنچ جاتا ہے۔ ہم واقعات متعلقہ کا غلط اندازہ کر لیتے ہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ جو چیز ہم میں نہیں ہوتی۔ اس کے وجود پر گمان کر لیتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہی۔ کہ بعض چیزیں ہم میں ایسی ہوتی ہیں۔ جو شاید دوسروں کے پاس نہیں ہوتیں لیکن خواہ وہ قابل رشک ہوں یا نہ ہوں ہم انہیں کے ہونے پر بے مثلی کا دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن حبشی کو تو کسی نے یورپ میں بے مثل نہیں سمجھا۔ حالانکہ اپنے رنگ و خط و خال میں وہ اپنی مثل آپ ہی ہے لیکن اس پر کبھی کسی مغربی خوبرو نے رشک نہیں کھایا۔ لہذا حبشی بے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ہر ایک چیز کے حالات خاصہ ہوتے ہیں۔ اور جب اسکی خوبیوں کا احتساب ہوگا تو اس کا اس کے نوع ہی میں مقابلہ کیا جائیگا۔ اسکی جنس کے اور بھی ہوں گے۔ اور ان ہم جنسوں میں بعض چیزیں مشترک بھی ہونگی۔ ان ہم جنسوں میں سے جو مایہ الامتیاز ہوگا۔ اسی سے اس کا بے مثل ہونا ثابت ہوگا۔

بائیبل کی بے نظیری

بائیبل خدا کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر اسے دعویٰ بے مثل ہونے کا ہی۔ تو اُس کا ایسا دعویٰ بحیثیت کتاب خدا ہونا چاہیئے لیکن حیرتناک بات تو یہ ہے۔ کہ جو کچھ آج تک

اس کے بے مثل ہونے کے مدعیوں نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے آج تک سمجھا ہی نہیں۔ کہ خدا کی کتاب کس رنگ میں بے مثل ہونی چاہیئے۔ مثلاً بائیبل کی بے نظیری کو ثابت کرنے کی دھن میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کتاب چاردانگ عالم میں پھیل گئی ہے۔ یہ دعویٰ بھی درست ہے یا نہیں۔ اور کہاں تک اس کے ثبوت میں واقعات پیش ہوسکتے ہیں ہم اس بات کو بھی جانے دیتے ہیں۔ ہم مان لیتے ہیں۔ کہ بائیبل ایسی ہی کثیر اشاعت والی ہے۔ لیکن آیا اس کا کثیر اشاعت والی ہونا اس کے کلام خدا ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ یہ امر البتہ مغربی علماؑ کے لئے قابل غور ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی امر قابل فیصلہ ہے۔ کہ بائیبل کو جو یورپ نے اس قدر شایع کیا۔ تو آیا اسکی غرض بذات خود بائیبل کو پھیلانا تھا۔ یا اس کے ذریعہ دنیا میں یورپ نے اپنا اقتدار پھیلانا چاہا۔ لیکن اگر بائیبل کی یہ کثرت اشاعت ہی اسے بطور کلام خدا بے مثل بنا سکتی ہے۔ تو پھر اور مروجہ کتب مقدسہ میں بھی بعض ایسی باتیں ہیں۔ جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً رگ وید کو لے لو جس کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ کہ دو کروڑ برس سے پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ہے بہرحال یہ قدیم سے قدیم تحریری نسخہ ہے۔ اس میں ایک اور بھی عجیب وغریب خصوصیت ہے۔ جو شاید ہی کسی مقدس کتاب میں نظر آتی ہو۔ یہ قدیم سے ایک ایسی زبان میں چلی آئی ہے۔ جو دنیا میں سب سے پہلے مری تھی۔ پھر اسکی تعلیم ایسے الفاظ میں ہے جو اس کے پڑھنے والوں میں سے اکثروں کو سمجھ ہی نہیں آتے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے شارحین اسکی تشریحات میں اس قدر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں ایسا عظیم اختلاف کسی اور مقدس کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ اب ان خصوصیات کی بنیاد پر جو بے نظیر تو ہیں لیکن شاید ہی قابل رشک ہوں۔ کیا وید کے بے مثل ہونے پر زور دیا جا سکتا ہے۔ بیشک خدا اپنے کام اور فعلوں میں بے مثل ہے۔ اور اس کا کلام بھی بے مثل ہونا چاہیئے لیکن ان امور میں جن کے لئے وہ کلام انسان پر نازل ہوا۔ ممکن ہے۔ کہ بائیبل کثیر الاشاعت

ہو لیکن کیا اسکی یہ اشاعت ہماری روحانی ترقی یا نجات کا موجب ہوسکتی ہے۔ کیا اسکی یہ اشاعت اسکی اصلی خوبیوں پر اگر کوئی اس میں ہوں کوئی اثر رکھتی ہے ؞

قرآن بے مثل کلام الہی ہے

یوں تو اہل اسلام بھی قرآن کے بے مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جو دلایل وہ پیش کرتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ اطمینان بخش اور مضبوط ہوتے ہیں۔ ان دلایل کو ہم کبھی کبھی لکھیں گے۔ یہاں ایک ہی بات لکھی جاتی ہے۔ جو ہمارے نزدیک کسی کتاب کے کلام خدا ہونے کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اگر خدا کی طرف سے کتاب کے آنے کی پہلی غرض یہ ہے۔ کہ خدا سے انسان کا تعلق ہو جائے۔ اور خدا انسان کی آنکھوں کے سامنے رہے۔ تو پھر اس بات کو جس کو قرآن نے پورا کیا ہے۔ وہ اسی کا حق ہے۔ قرآن خدا کے نام سے ہی شروع ہوتا ہے۔ خدا کے نام پر ہی ختم ہوتا ہے اور اس کا کوئی صفحہ نہیں جس میں خدا کا ذکر نہ ہو۔ اگر الہام خداوندی کی یہ بھی غرض ہے۔ کہ وہ انسان کو صفات الہیہ کا پتہ دے۔ تو قرآن نے یہ کام پہلی ہی آیت میں کردیا جس کا افتتاحی فقرہ خدا کا ایک عظیم الشان نقشہ اجمالی حالت میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اسکے آغاز میں ان چند صفات الہیہ کا ذکر ہے۔ جو دراصل مجموعہ ہے ان ساری خداوندی صفات کا جن کا ذکر اس آخری کتاب کے مختلف حصوں میں پایا جاتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو اس رنگ میں قرآن اپنی آپ ہی مثل ہے۔ توریت کو کھول کر دیکھو۔ اسکی پہلی فصل کسی الہیات کی کتاب کے مقابل کسی علم الارض کی کتاب کے لئے زیادہ موزون ہوتی۔ انجیل نے بھی اس امر میں کچھ بہتر صورت اختیار نہیں کی۔ انجیل کی پہلی دو کتابوں میں پڑھنے والا بجائے اس کے کہ خداوند کے کسی اخلاق سے واقف ہو۔ اس کے سامنے نسب نامے اور پیشینگوئیوں کی بحث شروع ہو جاتی ہے۔ لوقا نے اپنی کتاب کو معمولی مصنفوں کے عذر تصنیف سے شروع کیا۔ یوحنا نے اپنی کتاب کے شروع میں اسی پرانے یونانی فلسفہ کو دہرایا ہے۔ جو الگزنڈریا کے مدرسوں میں بشکل "کلمہ" چلا آرہا تھا۔ دنیا کو شاید ہی کچھ فایدہ ہوا

ہو۔ اگر انہوں نے "کلمہ" کی بجائے ابن کو لکھ دیا۔ زند اوستا کی بھی یہی حالت ہے۔ رگوید نے بھی اگنی کی ستایش میں عناصر پرستی کی بنیاد ڈال دی۔ لیکن خدا کا آخری کلام ہمیں پہلی ہی آیت میں اُس خدا کی بابت کچھ بتاتا ہے جسکی طرف سے نازل ہونے کا یہ دعوی کرتا ہے چنانچہ اسکی پہلی آیت ہے۔ الحمد للہ رب العالمین ۝ الرحمن الرحیم ۝ مالک یوم الدین ۝ سب تعریف اس خدا کو جو کل مخلوقات کا مالک اور کل مخلوقات کا پیدا کرنے والا پالنے والا اور قایم رکھنے والا ہے۔ جس کا رحم بشکل رحمانیت ہر ایک شے پر بلا استحقاق حاوی ہے۔ اور جسکی رحیمیت اپنی مخلوق کو ہر ایک فعل کا کئی گنا بدلا دیتی ہے۔ وہی جزا اور سزا کے دن کا صاحب ہے۔

کیسا ہی سچا صحیح اور عظیم الشان نقشہ خدا تعالی کا ہے۔ کہ جسکی صحت پر کائنات کا ذرہ ذرہ شہادت دیتا ہے۔ یہ تو پہلی قرآن کی آیت ہے۔ اسی طرح قرآن کریم ایسی ہی ایک موزون آیت پر ختم ہوتا ہے۔ فرمایا

قل اعوذ برب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس۔ کہہ میں پناہ مانگتا ہوں اس خدا کے ساتھ جو انسانوں کے پیدا کرنے والا۔ پالنہار۔ اور قایم رکھنے والا جو ان پر حکمران اور ان کا معبود ہے +

اس بات میں کہ پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے آٹھوں پہر خدا رہے۔ قرآن نے جو صورت اختیار کی ہے اسکی مثل دوسری مقدس کتاب نظر نہیں آتی۔ اس خوبی میں قرآن پھر اپنی آپ نظیر ہے۔ کسی ایڈیشن کا قرآن اٹھالو۔ اور بالکل لاپرواہی سے بلا کچھ ارادہ کئے قرآن کو کھول لو۔ جو صفحہ بھی سامنے آویگا۔ اس میں خدا کا ذکر ضرور ہوگا یہی نہیں بلکہ تین چار سطریں بمشکل آپ قرآن میں پڑھیں گے۔ اور خدا کا ذکر خدا کی طرف اشارہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ہوگا۔ گویا سارے کے سارے قرآن میں اور قریباً اسکی ہر ایک آیت میں خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ بالمقابل دنیا میں ایسی بھی کتابیں موجود ہیں۔ جن کو کروڑ در کروڑ انسان الہامی کتابیں مانتے ہیں۔ مثلاً توریت ہی جس کے اکثر صفحوں کے صفحے پڑھے جاؤ۔ خدا کی طرف اشارہ تک بھی نہ پاؤ گے جب

ایسی کتابیں کلام ربانی مانی جاتی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم کو خدا کی کتاب نہ مانا جاوے

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

انما الصدقٰت للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ۝

سورہ توبہ۔ سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۳

آیت مندرجہ بالانے آٹھ طریق اور مصرف بتلائے ہیں۔ جن میں ہر قسم کے صدقات اور خیرات خرچ ہونی چاہیئے۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے۔ اور اپنی خیرات و صدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زر صدقات سے ہی طے ہو جاتے۔ مسلمانوں کی قوم۔ ایثار اور خیرات و صدقات میں اب بھی کسی قوم سے پیچھے نہیں۔ صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہو کر قومی کاموں کیلئے وقف ہو جاوے۔ تو ہم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہو جاویں۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقر اور مسکینی تو کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہو رہی خود اسلام بحیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکینی ہے۔ کہ اس کے مقابل فرداً فرداً کسی فقیر و مسکین کی تلاش ایک بے ضرورت امر ہے۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے۔ مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں۔ کہ فرداً فرداً محتاجوں کا تکفل کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد و پیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں۔ لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ و زکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت و مزدوری

کرنے سے بے فکر تو نہیں کر رہی - اور اس میں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی - اس لئے ضروری ہے - کہ صاحب زکوٰۃ زیادہ تر قومی فقر اور قومی مسکینی کے دور کر دینے کا فکر کریں ۔

زکوٰۃ کا ¼ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہئے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قایم کی ہیں - انمیں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں - مولفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا - کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام قریب قریب ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں ہوتی - کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا - پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اس طرف توجہ نہیں کرتے - چلو وہ جس طرح چاہیں - اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں لیکن ان کا فرض ہے - کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام اور نومسلمین کے تالیف قلوب کے لئے الگ کریں - جو صاحب زکوٰۃ ہیں - اور اپنے مالوں سے ہر سال زکوٰۃ الگ کرتے ہیں - اور اس مال میں سے اشاعت اسلام اور مؤلفۃ القلوب پر کم از کم ¼ نہیں خرچتے وہ دراصل غلطی کرتے ہیں - اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں ۔

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالیٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے - اس مشن کے نتائج محتاج بیان نہیں - نہ اسکی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے - آفتاب آمد دلیل آفتاب - ان دو سالوں کے اندر اسی سے زیادہ صاحب کا دائرہ اسلام میں آجانا - ان نومسلموں میں تعلیم یافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں - اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں - ان میں صاحب قلم بھی ہیں - جو تحریر اور تقریر سے ابتغاء لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں - یہ سورات مسلمہ ہیں - تازہ خطوط آمدہ از انگلستان سے پتہ چلتا ہے کہ خاص مقام ووکنگ میں جو ہمارا مرکز ہے - لوگوں میں ہماری طرف سے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہیں - لوگ ہماری باتیں سنتے اور ہماری آواز پر کان

دھرنے کے مانوس ہو رہے ہیں۔ وہاں ایک خاندان سالم اور ایک تقریباً سالم مسلمان ہو چکا ہے۔ اور کئی خاندان بھی قریب آ رہے ہیں۔ آگے فرداً فرداً لوگ مسلمان ہوتے تھے۔ اب خاندانوں کی باری آئی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تھوڑے عرصہ میں ہمیں چند خاندان عطا کر دے۔ تو کیا ووکنگ میں ایک عمدہ اسلامی بستی پیدا نہ ہو جاویگی جس کا اثر بحیثیت مجموعی جو ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ مَیں نے حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب کی خدمت میں لکھا ہے۔ کہ وہ اب خاص طور پر آبادی ووکنگ کی طرف متوجہ ہوں۔ مَیں نے شاید کئی دفعہ تقریر و تحریر میں ذکر کیا ہے۔ کہ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے۔ یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اس طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اسلامک ریویو ہزارہا کاپیوں کی تعداد میں مغربی دنیا میں تقسیم ہو۔ چنانچہ مَیں نے گذشتہ خط میں ووکنگ لکھ دیا ہے۔ کہ پانچ چھ صد کاپیاں اسلامک ریویو کی صرف ووکنگ میں تقسیم ہوا کریں۔ اگر اہل اسلام میں سے فرداً فرداً ہر ایک متنفس کا فرض ہے۔ کہ اشاعت اسلام میں وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ حصہ لے اور امداد کرے۔ تو پھر گھر بیٹھے ہی ہر ایک بھائی انگلستان میں اشاعت اسلام کا فرض نہایت آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر اپنی زکوٰۃ اپنی خیرات اپنے صدقات ہی سے کچھ حصہ ہمیں دیا جاوے تو ہم ان کی طرف سے رسالہ اسلامک ریویو کو انگلستان یا دیگر بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کریں۔ اسکی قیمت اگرچہ سات روپیہ سالانہ ہے۔

اسلامک ریویو کی قیمت میں رعایت

لیکن ہم نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ جو شخص اپنی طرف سے یہ ریویو مفت تقسیم کرائے وہ ہمیں پانچ روپیہ سالانہ قیمت رسالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگر برادران اسلام کچھ تھوڑی توجہ بھی اس طرف کریں۔ تو کئی ہزار رسالہ مفت تقسیم ہو جانا کونسا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کے فضلوں کے منتظر رہیں۔ اور دیکھیں کہ کس قدر تھوڑے سے عرصہ میں حیرت افزا نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ہمارے گذشتہ نتائج ہمارے آیندہ نتائج کے ضامن ہو سکتے ہیں ؎

مولفۃ القلوب اور ہمارا لنگر خانہ

ہمارے انگلستانی نومسلموں میں وہ طبقہ تو نہیں۔ جو مفلس و محتاج ہو۔ یا ہمیں ان کی تالیف قلوب کے لیئے ان کے مایحتاج کا انتظام کرنا ہو۔ اس امر کی نہ وہاں ضرورت ہے۔ اور نہ اس دروازے کو کھولنا ہمارے لیئے کسی خیر و برکت کا موجب ہو سکتا ہے۔ لیکن صرف کسی کو کلمہ طیبہ پڑھا دینا ہی تعلیم اسلام نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہی کہ یہ نومسلم بھائی کچھ وقت ہمارے پاس رہیں۔ اور اسلام سیکھیں۔ وہ لوگ جو اسلامک ریویو پڑھنا اور امور اسلامی کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آویں۔ اور کچھ عرصہ مہمان رہ کر اسلام کی خوبیوں سے واقف ہوں۔ اسی غرض سے سلف صالحین کے طریق پر ہم نے ووکنگ میں ایک لنگر خانہ کھول دیا ہے۔ جہاں ہر ہفتہ ایک دفعہ مہمان پچاس نفوس کے لگ بھگ ہو جاتے ہیں۔ یہ طریق از بس مفید ثابت ہوا ہے۔ اس خلق محمدی کے اندر ایک جادو ہے۔ جو امیر غریب ہر ایک پر یکساں اثر رکھتا ہے فی زمانا انگلستانی حالات کے ماتحت اور ہماری ضروریات کے لحاظ سے بھی وہ تالیف قلوب ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں آیا ہے۔ کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ مولفۃ القلوب کے لیئے الگ کرنا چاہیئے۔ یہ مہینہ رجب شریف کا ہے۔ مسلمان توجہ کریں۔ اور اپنی زکوٰۃ کو قرآن کے ماتحت خرچ کریں۔ جو اس مال زکوٰۃ میں کم از کم ⅛ کو اشاعت اسلام کے متعلق نہیں خرچتے۔ وہ دراصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت کرتے ہیں ؎

اسلامک ریویو اور ہمارا لنگر خانہ

اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے۔ کیا اس سے زیادہ حقدار اس زکوٰۃ و صدقات کا کوئی اور مشن ہے۔ اگر ہے تو اس کا نام لو۔ پھر کیوں آپ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے۔ مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا بہترین طریق تحریر و تصنیف ہے مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید

نہیں۔ بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے۔ کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شایع کی جاویں۔ پھر جب ان تحریروں کو پڑھکر متوجہ ہوں۔ تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آدیں۔ اور ان کے پاس رہ کر اسلام سیکھیں ؛

خواجہ کمال الدین

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ مشن کی رپورٹ بابت ماہ مئی ۱۹۱۵ء

الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ رب العالمین۔ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ دہریت اور فلسفہ و مادیات نے نہایت شاندار اور دلربایانہ انداز میں کل دنیا میں اپنا تباہی خیز دامن پھیلا رکھا ہے۔ جبکہ باطل اپنے پورے زور اور کافی طاقت کے ساتھ حق و صداقت کو کچل دینے میں ساعی ہے ہاں جبکہ دنیا کے تمام مذاہب نے متفقہ طور پر اسلام جیسے نور جہاں تاب کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دینے کی کوشش کی۔ اور بہت حد تک وہ اہل دنیا کی نظروں میں کامیاب بھی ہوگئے۔ آج جبکہ مثل الذین خلوا من قبلکم مستہم البأساء و الضراء ذلزلوا حتی یقول الرسول و الذین آمنوا معہ متی نصر اللہ کا دردانگیز نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے واللہ متم نورہ کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اپنا نصرت کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ اور الا ان نصر اللہ قریب کا عملی نقشہ ہمیں دکھا رہا ہے۔ آج سے دو یا تین برس پہلے کس کو علم تھا اور کون اس بات کو باور کرسکتا تھا۔ کہ وہ سرزمین انگلستان جو آج دہریت و تثلیث کا مرکز بن رہی ہے۔ جہاں اسلام کی تبلیغ کا کامیاب ہونا تو کجا۔ اس پاک دین کی

طرف سے لوگوں کے دلوں میں اس قدر نفرت بیٹھ چکی ہے۔ کہ کوئی اسے خاطر میں لانا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے بعد حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے وجود با جود کو ذریعہ اپنی نصرت کا ہاتھ بڑھایا۔ اور ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کے مطابق ان محسنین حقیقی کو بہت بڑھ چڑھ کر اجر عظیم عطا فرمایا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ علی ذالک ٭

یہ مہینہ بھی خدا کے فضل و کرم سے نومسلموں کے اضافہ سے خالی نہ گیا۔ اور محض بتائید و نصرت الٰہی آٹھ مرد و زن مسلمان ہوئے۔ ان میں سے ایک خاتون نے تو صرف اپنی فوتیدگی کے وقت اس بات کی وصیت کی۔ کہ میری لاش اہل مسجد کے سپرد کی جاوے اور وہی نماز جنازہ پڑھیں چنانچہ اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی ہوا۔ گویا وہ مسلمان ہو کر فوت ہوئی۔ اور اس لئے لا تموتن الا و انتم مسلمون کے قرآنی حکم پر اس کا عمل در آمد قابل رشک ہے۔ ایک خاتون برائیٹن کی رہنے والی ہے۔ وہ خود ووکنگ میں حضرت مولوی صدرالدین صاحب سے ملنے آئی۔ اور وہیں اسلام قبول کیا۔ اس کا اسلامی نام نورجہاں رکھا گیا۔ ایسا ہی ان مسلمان ہونے والوں میں ایک خاتون چھیاسٹھ سال کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور بھی لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور دین متین کی اشاعت کا شرف بخشے۔ آمین۔ ایک ووکنگ کا رہنے والا خاندان بھی مسلمان ہوا۔ جو دو لڑکیوں۔ ایک لڑکا۔ ایک باپ۔ ایک ماں۔ کل پانچ آدمیوں پر مشتمل ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت عطا فرمائے۔ اپنی نیکی کی راہوں پر قایم کرے اور اَور سعید روحیں بھی ان کے ساتھ ملائے۔ آمین!

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر بابت ماہ مئی میں حضرت مولٰنا مولوی صدرالدین صاحب کا ایک دلچسپ مضمون ڈاکٹر منگانا کے جواب میں شایع ہوا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ دیا جاوے گا ٭

اردو زبان دانی - پرائمری جماعتوں کے بچوں کو اردو زبان سکھانے کی لاثانی کتاب خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور کی تصنیف ہے۔ قیمت ۳ر مصنف سے طلب کریں

احادیث نبوی کا اقتباس

جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت سی چیدہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی میں ترجمہ کرکے ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ووکنگ مشن کی طرف سے شایع کیا ہی جو دو آنے قیمت پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں۔ امید ہے کہ ہی خواہان اسلام اسے بہت زیادہ تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کریں گے۔ والسلام

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ

پارۂ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے چھپ کر شایع ہو گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

رسالہ حدوث مادہ

مصنفہ حضرت مولوی صاحب موصوف۔ قیمت ۴ر

محصول ڈاک اسکے علاوہ ہے

ملنے کا پتہ: مینیجر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور

نوٹ: ناظرین کرام اس کتاب کو اپنے حلقہ اثر اور یورپ میں مفت تقسیم کرا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ مینیجر

اشاعت اسلام کالج لاہور

اسلام کی بیکسی کی اس سے بڑھکر اور کیا تصویر کھینچی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں میں اور بہت سے کاموں کا فکر کرنیوالے پیدا ہو گئے لیکن اگر نہیں ملتے تو وہ لوگ نہیں ملتے جو اشاعت اسلام کے مقدس کام کو سرانجام دے سکیں ہندوستان میں مذاہب کا ایک زبردست دنگل قایم ہے! اور اس دنگل میں ہر مذہب کے پہلوان اس وسیع جزیرہ نما کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک کام کرتے نظر آتے ہیں لیکن مسلمانوں میں ایسے واعظین جو صرف خدمت دین کیلئے وقف ہوں اور مقابلہ مذاہب میں ہر قسم کے ہتھیاروں سے پوری طور پر مسلح ہوں ابھی تک نادر ہیں اور نہ ہی آیندہ ایسے واعظین کے تیار کرنیکا کوئی سامان نظر آتا ہے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جس پر درحقیقت قوم کی زندگی اور موت کا سوال موقوف ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک اشاعت اسلام کالج لاہور میں کھولا ہے جس میں اسلام کیلئے مبلغین تیار کئے جاتے ہیں اسکو کھلے ہوئے قریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں اور قریباً دس طالب علم اس کے اندر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جن کے اخراجات کی متکفل بھی انجمن ہی ہے جیسے جیسے اس کالج سے مبلغین تیار ہو کر نکلیں گے مختلف مقامات پر ان کے مرکز مقرر کر کے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کام باقاعدہ ہاتھ میں لیا جائیگا علاوہ اس کالج کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مذاہب غیر کی تردید کیلئے ٹریکٹ اور رسالے بھی تیار کرا رہی ہے۔ اور پانچ چھ نومسلم بھی اس وقت اسکی زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ان اخراجات کیلئے ہم جملہ اہل اسلام کو اور بالخصوص ان کو جو اپنے دلوں میں اشاعت اسلام کیلئے درد رکھتے ہیں توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ اپنے مالوں کا ایک حصہ اس راہ میں خرچ کر کے عند اللہ ماجور ہوں عطیوں کے علاوہ بالخصوص زکوٰۃ کے روپے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت اشاعت اسلام سے بڑھکر کوئی نیک مقصد نہیں جس پر ایسا روپیہ صرف ہو سکتا ہو۔ روپیہ بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور بھیجا جاوے ہر ایک رقم کی باضابطہ رسید جاری ہوتی ہے انجمن ہذا رجسٹرڈ انجمن ہے۔

نوٹ۔ اشاعت اسلام کی ضروریات پر مفصل بحث اسی نام کے ایک رسالہ میں کی گئی ہے جو دفتر سکرٹری میں درخواست کرنے پر مفت بھیجا جا سکتا ہے۔

المشتہر۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اُسوۂ حَسَنہ

الموسوم بہ

زندہ اور کامل نبی

وہ لیکچر جو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڈھ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیفکورٹ پنجاب نے دیا۔ یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ کچھ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی ہے کہ اسکی مانگ ابتک لگاتار جاری ہے چونکہ اس کتاب کی فروخت سے کوئی ذاتی مفاد مدّنظر نہیں بلکہ یہی غرض ہے کہ اس تصنیف سے ہر ایک اہل اسلام کو فایدہ پہنچے۔ اسلئے اسکی قیمت نصف کردی گئی ہے۔ پانچ آنے کے ٹکٹ بھیج کر بذریعہ وی۔پی طلب کریں جس میں ایک آنہ محصول ڈاک ہی ضخامت ۱۳۶ صفحہ اور اعلیٰ درجے کے ولایتی چکنے کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہے۔

منیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور